کالرا

مہلک مرض نہیں

مصلح صحت انسانی ہے



ہومیوپیتھ ڈاکٹر

حکیم عبدالرحمٰن جواہر



ڈاکٹر، حکیم عبدالرحمٰن جواہر حکیم حاذق ۱۹۳۴ء نے ۵۲ سالہ پریکٹس اور تجربات کے بعد مرض اور علاج کے متعلق بالکل نئی تھیوری پیش کرکے عوام اور مریضوں کو نئی سوچ نیا ولولہ اور نیا راستہ دیا ہے۔ ان کتب کو پڑھنے کے بعد ذیابیطس کے مریض ڈاکٹروں کے چنگل سے نکل گئے۔

اکثر مریض آپریشن کی تکالیف خرچ اور اثراتِ مابعد سے بچ گئے۔ جنسی امراض کے مریضوں کو سکون ملا۔

جملہ حقوق محفوظ

ناشر : حکیم فقیر محمد جواہر میموریل ہومیوپیتھک اینڈ نیچر کیور ٹرسٹ
۱۹۷- ریلواز گارڈن - لاہور
فون نمبر : ۳۲۱۸۷۰ - ۳۵۵۵۶۰

طابع : مکتبہ جدید پریس - لاہور

قیمت : ۳۰ روپے

فہرست

۱	نذر	۵
۲	ہومیوپیتھک	۱۵
۳	تہذیب	۱۶
۴	یونانی طریقہ علاج	۱۷
۵	غذا اور دوا	۱۸
۶	درد	۲۳
۷	بخار	۲۶
۸	کالرا کی تشخیص	۲۹
۹	قوتِ مدبرہ	۳۳
۱۰	سنکھیا زدہ	۳۵
۱۱	ڈرپ کے ذریعے جسم میں پانی	۳۶
۱۲	ڈرپ کے خوفناک نقصانات	۳۷
۱۳	پہلی سٹیج	۴۶
۱۴	امراض کی تشریح	۴۹
۱۵	نسخہ یخنی مرغی	۵۲
۱۶	وضاحت	۵۲
۱۷	خوراک نہ دینے	۵۳
۱۸	کالرا کا علاج	۵۹
۱۹	خشک ہیضہ یا بند ہیضہ	۶۱

نذر

میں اپنی ان گزارشات کو اپنے والد محترم حکیم فقیر محمد صاحب جواہر مرحوم و مغفور کے نام سے معنون کرتا ہوں، اس لیے کہ اس تمام علاج کے موجد اور شارع وہی تھے، ۱۹۱۳ء میں سیالکوٹ میں کالرا پڑا تو حکیم صاحب محترم نے محسوس کیا کہ کسی علاج سے بھی کوئی مریض صحت یاب نہیں ہو رہا، لوگ دھڑا دھڑ مر رہے تھے اور حکیم اور ڈاکٹر صاحبان نہایت بے رحمی سے مریضوں کے ورثاء کو لوٹنے کا کاروبار کر رہے تھے۔ حکیم صاحب نہایت دیانت دار اور درویش صفت انسان تھے، انھوں نے فیصلہ کر لیا کہ وہ کسی کالرا کے مریض کا علاج نہیں کریں گے اور نہ اس سلسلہ میں کسی سے کوئی پیسہ لیں گے، ان کے پڑوس میں بافندوں کا ایک خاندان رہتا تھا، حکیم صاحب کو کسی نے بتایا کہ بافندوں کی چار عورتوں پر کالرا کا شدید حملہ ہوا تھا اور وہ چاروں بالکل تندرست ہو چکی ہیں۔ حکیم صاحب ان دنوں کالرا کے علاج اور اسباب دریافت کرنے میں بڑے کوشاں تھے اور دن رات سوچ اور مطالعہ میں

مشغول رہتے تھے، وہ دوڑتے ہوئے ان عورتوں کے گھر گئے اور ان سے دریافت کیا کہ وہ کیسے بچ گئی تھیں، انھوں نے بتایا کہ ان کے مرد کسی دوسرے شہر میں محنت مزدوری کے لیے گئے ہوئے تھے، انھوں نے گھر میں پانی کے گھڑے بھرے، باہر کے دروازہ کو کنڈی لگائی ابھی بیٹھی تھیں کہ ان کو شدید کالرا کا حملہ ہو گیا چونکہ ان کو شدید پیاس لگتی تھی اور نہانے کو دل چاہ رہا تھا وہ خوب پانی پیتی رہی اور جسم پر پانی ڈالتی رہیں تے اور اسہال جاری رہے اور چوتھے دن وہ بالکل ٹھیک ہو گئیں، چونکہ باہر کا دروازہ بند تھا اور لوگ کالرا سے ڈرے ہوئے تھے اس لیے کوئی بھی ان کی مدد کو نہ آیا۔ حکیم صاحب کو سوچ کے نئے خطوط مل گئے اور انھوں نے پرانی یونانی کتابوں کا مطالعہ شروع کر دیا اس وقت انھوں نے دیکھا کہ اس مسئلہ پر یونانی طبیبوں میں دو طرح کی سوچ ہے، حکیم محمد اکبر ارزانی مؤلف طبِّ اکبر اور میزان الطبّ وغیرہ آیور ویدیک طریقۂ علاج سے زیادہ متاثر ہیں اور تے اور دستوں کو بند کرنے کی اور پانی نہ دینے کی ہدایت کرتے ہیں، جب کہ بُو علی سینا کے پیروؤں میں سے ایک غالباً حکیم اعظم خان اندوری نے اپنی ایک تصنیف میں کالرا کے متعلق لکھا ہے کہ تا وقتیکہ علاماتِ وجود مادہ از قسم کرب و قلق موجود باشد دست از اسہال وقتے باز ندارم چنانچہ انھوں نے اپنے دماغ میں

اس مرض کے طریقہ علاج کا نقشہ بنایا اس پر عملدرآمد کے لیے تیار ہو گئے، چنانچہ پہلا مریض جو آپ کے پاس آیا وہ بالکل موت کے کنارے کھڑا تھا، خوش قسمتی سے اس کا ایک ہی لڑکا تھا اور کوئی دوسرا رشتہ دار نزدیک نہ تھا اس لڑکے کی اجازت سے انھوں نے اس پر پانی ڈالا اور جب اسے ذرا ہوش آئی تو پینے کے لیے پانی دینا شروع کر دیا، تین دن رات تک اس مریض کے پاس رہے، چوتھے دن ان کی خوشی کی انتہا نہ رہی جب کہ وہ مریض بالکل خوش و خرم اور تندرست تھا، چنانچہ انھوں نے مزید غور اور تجربات کیئے اور کالرا کے سب سے بڑے معالج کے طور پر اُبھرے، طبیبوں، ڈاکٹروں اور دوسرے حاسد افراد نے ان کے خلاف خوب پراپیگنڈہ کیا اور حکیم صاحب کو بھی انہی حالات سے دو چار ہونا پڑا جن سے ہر سچائی کو دریافت کرنے والے کو ہونا پڑتا ہے، مگر سچائی کو دریافت کرنے کے بعد دریافت کنندہ ہمیشہ ثابت قدم رہتے ہیں اور بالآخر دنیا ان کی عظمت کی معترف ہو جاتی ہے چنانچہ ان کے مداحوں کا حلقہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا۔

۱۹۳۶ء میں لاہور کے علاقہ مزنگ میں شدید کالرا پھوٹ پڑا اور ڈاکٹر اور حکیم بےبس نظر آنے لگے تو اہلِ مزنگ حکیم صاحب کو علاج کے لیے یہاں لے آئے، یہاں

ان کو عظیم کامیابیاں نصیب ہوئیں، ان کی کامیابیوں پر اخبارات نے تبصرے کیے اور اہلِ مزنگ نے حکیم صاحب کو واپس نہ جانے دیا۔ ۱۹۵۴ء تک اہلِ مزنگ کی خدمت کرنے کے بعد پچانوے برس کی عمر میں خدا کو پیارے ہوئے، اس درویش صفت عظیم انسان کی خدمات طبّ کے میدان میں عظیم ہیں۔

میری دُعا ہے کہ خدا مجھے ایسا موقعہ عطا کرے کہ میں ان کے مشن کو کامیاب کر سکوں اور دنیائے طبّ میں عقل کو تالے لگانے کی رسم ختم ہو جائے۔ اور اس کی جگہ آزادانہ سوچ لے لے۔ اس لیے میں اپنی گزارشات کو انہی کے نام نامی سے معنون کرتے ہوئے راحت محسوس کرتا ہوں۔

ڈاکٹر حکیم عبدالرحمٰن جواہر

کالرا (ہیضہ) مہلک مرض نہیں
مصلح
صحت انسانی ہے

قارئین کرام آپ نے میری ان گزارشات کے عنوان کو حیرانگی اور تعجّب سے پڑھنے کے بعد اسے مجذوب کی بڑ قرار دیا ہے تو میں اس پر متعجب نہیں ہوں۔

دراصل کالرا کو پیغامِ اجل کی صورت میں نمودار ہوتے ہوئے ہم دیکھتے اور سُنتے چلے آئے ہیں، جب کبھی کسی شہر یا ملک میں (ہیضہ) پھوٹتا ہے تو سینکڑوں انسان لقمۂ اجل بن جاتے ہیں، ڈاکٹر اور حکیم اپنی بہترین کوششوں کے باوجود صرف چند افراد کو ہی موت کے منہ سے نکالنے میں کامیاب ہوتے ہیں۔

کالرا کے خلاف جہاد میں تمام دنیا کے محکمہ ہائے صحت ہر وقت مصروف رہتے ہیں، جب کوئی شخص ایک مملکت سے دوسری مملکت میں داخل ہوتا ہے تو اس کے لیے یہ ضروری ہوتا ہے کہ وہ یہ سرٹیفکیٹ پیش کرے کہ اس نے

کالرا کا حفاظتی ٹیکہ لگوایا ہوا ہے۔

ہمارے ملک کا محکمہ صحت بڑا مستعد ہے، جن شہروں میں واٹر ورکس کے ذریعے پانی سپلائی کیا جاتا ہے وہاں کلورین اور دوسری جراثیم کش ادویات آپ کے پینے کے پانی میں موجود ہوتی ہیں۔ اسہال کا آنا تو درکنار کیا مجال جو بغیر قبض کے پاخانہ بھی بافراغت آنے دیں۔ آپ کوئی بھی اخبار پڑھ لیں سرِ فہرست ہماری مہربان حکومت کا یہ اشتہار نظر آئے گا کہ آپ پولیو، ہیضہ، چیچک اور خسرہ وغیرہ سے بچنے کے لیے بچوں کو حفاظتی ٹیکے لگوائیے۔ ان ٹیکوں کے کیا ہولناک نتائج ہماری آئندہ نسل بھگت رہی ہے اور بھگتے گی۔

اس کا جائزہ کسی حد تک میں قارئین کی خدمت میں پیش کروں گا۔ لیکن اس قدر خوفناک تشہیر کے بعد جو آپ روزانہ اخبارات، ریڈیو، ٹیلی وژن اور محکمہ صحت کی مساعی سے سن رہے ہیں اور آپ روزانہ اپنے سامنے بھی کالرا کے مریضوں کو موت سے ہمکنار ہوتے دیکھتے ہیں پھر مجھ جیسے گمنام آدمی کا یہ اعلان کہ کالرا مہلک نہیں بلکہ مصلح صحت ہے، آپ کو مجذوب کی بڑ نہ دکھائی دے تو کیا ہو۔

لیکن یاد رکھیے سچائی عموماً سادہ ہوتی ہے۔

"GREATEST TRUTHSARE OFTENTHE SIMPLEST"

میں بالکل صاف اور واضح طور پر اعلان کرتا ہوں کہ کالرا مہلک مرض نہیں بلکہ قدرت کا ایک مناسب اور سادہ اقدام ہے جو کہ وہ مناسب وقت، مناسب موسم اور مناسب حالات میں غیر قدرتی مواد کے اخراج کے لیے اختیار کرتی ہے میں بالکل صاف اور غیر مشکوک طور پر اعلان کرتا ہوں کہ کالرا قدرت نے موت کے لیے پیدا نہیں کیا نہ کبھی کوئی مریض کالرا سے مرتا ہے۔ یہ کالرا کے معالج ہی ہیں جو قدرت کے ایک جائز اور سادہ اقدام کو جو کہ انسان کی صحت کے لیے نہایت ہی اہم اور ضروری ہوتا ہے۔ روکنے کی کوشش کرتے ہیں اور غریب مریض کو موت کے گھاٹ اتار دیتے ہیں۔

میرا یہ دعویٰ بغیر دلیل کے نہیں، آپ کے روزانہ مشاہدے کے خلاف ضرور ہے مگر میرے مشاہدے کے خلاف ہرگز نہیں میں دیکھ رہا ہوں کہ مہربان قدرت ہر دفعہ مریض کو زندگی اور صحت کی شاہراہ پر لاتی ہے اور بے سمجھ معالج مہربان قدرت کی مخالفت کرکے بالآخر مریض کو موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے اور جو خوش قسمت کسی طرح بچ جاتے ہیں بدقسمتی ان کا مقدر بن جاتی ہے اور پیٹ وغیرہ کے امراض کے مستقل شکار بن جاتے ہیں اور اس طرح معالجین کی چاندی ہوتی ہے ڈاکٹر "الف" کا مریض "ب" کے پاس جاتا ہے اور ڈاکٹر "ب" کا مریض ڈاکٹر "الف" کے پاس اور اس طرح روپیہ

کمانے کا خوبصورت منافع بخش کاروبار جاری رہتا ہے اور جب کہ میں محسوس کرتا ہوں کہ لیبارٹریوں کی ایجادات پر فخر محسوس کرنے والے نسلِ انسانی کے ساتھ ناروا ظلم برتتے ہوئے بھی آپ اپنے آپ کو نسلِ انسانی کی حفاظت کرنے والوں کے روپ میں پیش کر رہے ہیں اور ادھر دنیا ان کے پراپیگنڈہ اور ڈگریوں کے فریب میں مبتلا ہو کر صحت اور دولت بے تحاشا اڑا رہی ہے تو میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ اپنے پورے زور کے ساتھ اس عالمگیر بدی کے خلاف چیخوں چلاؤں اور اس وقت تک اس چیخ و پکار کو جاری رکھوں جب تک کہ اس بہت بڑے فریب اور فراڈ کا پردہ چاک نہ ہو جائے جس فریب میں مبتلا کر کے یورپ اور امریکہ کی سرمایہ دار کمپنیاں نت نئی خطرناک دوائیں اور ٹیکے بنا بنا کر ہمارے غریب اور ترقی پذیر ملکوں کو لوٹ رہے ہیں اور ہماری نسل کی صحت کو خطرناک حد تک تباہ و برباد کر رہے ہیں۔ ہمارے ڈاکٹر پانچ سال میڈیکل کالجوں میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد اور بڑی بڑی ڈگریاں بیرونی ممالک سے حاصل کرنے کے بعد گماشتہ کا کردار ادا کرنے لگتے ہیں جن کا کام بیرونی ممالک سے درآمد شدہ ادویات اور اندرونِ ملک پیک کرنے والی کمپنیوں کی ادویات بلا سوچے سمجھے ان کے بداثرات کی پرواہ نہ کرتے ہوئے بے تحاشہ تجویز کرنا ہے۔ پچھلے بیس سالوں میں ان ڈاکٹر صاحبان کی

کارکردگی پر نظر ڈالیے، کئی ادویات ایسی تھیں جو وہ بے تحاشہ تجویز کرتے رہے اور پھر عرصہ بعد یہ کہ ان ادویات کو ترک کر دیا گیا کہ مضرِ صحت ہیں۔

اب بھی کتنے "ANTI BIOTICS" ہیں جو یورپین ممالک اور امریکہ میں متروک ہو چکے ہیں لیکن ہمارے ملک میں بے تحاشا استعمال ہو رہے ہیں۔

ہمارے ایلوپیتھک ڈاکٹر صاحبان کا دعویٰ ہے کہ ان کا علاج سائنٹیفک ہے، کیا یہی سائنس کی کارکردگی ہے، ان کے مقابلہ میں ہومیوپیتھک علاج ہے۔

عظیم ڈاکٹر ہانمن اور ان کے پیروؤں نے جو ادویات آزمائش کے بعد دنیائے طب کو پیش کیں ان میں سے ایک بھی آزمائش کے بعد ترک نہیں کی گئی، نت نئے تجربات سے ان میں اضافہ ضرور ہوتا رہا، لیکن ترک کسی کو نہیں کیا گیا۔

میرا موضوع سردست صرف کالرا ہے اور میں جو کچھ کہوں گا شاید ایلوپیتھی، ہومیوپیتھی اور یونانی اور آریو ویدک سے ہٹ کر کہوں گا لیکن ایک بات جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا وہ یہ ہے کہ ہر جگہ اور ہر حالت میں قدرت کا قانون ایک ہی ہے جو کہ تبدیل نہیں ہو سکتا۔

میں آپ کی عقلِ سلیم کے سامنے چند ٹھوس دلائل پیش کروں گا۔ ایسے دلائل جو ٹھوس مشاہدات پر مبنی ہوں گے اور آپ کی عقلِ سلیم سے یہ اپیل کروں گا کہ

سوچ سمجھ کر رائے قائم کریں۔

اور اگر آپ کی عقل یہ تسلیم کرلے کہ میں درست کہہ رہا ہوں تو پھر اس عالمگیر لوٹ اور قتلِ عام کے خلاف جو یورپین اور امریکن کمپنیاں گماشتہ ڈاکٹروں کے ذریعے روا رکھ رہی ہیں آپ کا اخلاقی فرض ہوگا کہ آپ میرے ہمنوا بن کر اس جہاد میں حصّہ لیں، پیشتر اس کے کہ میں کالرا کے اسباب اور علاج کی تشریح کروں جو کہ میرا اصل موضوع ہے۔

میں اس بات پر بحث کرنا چاہوں گا کہ

امراض کیا ہیں

اور ان کے اسباب کیا ہیں، یونانی طبیبوں نے امراض کی تشریح یوں کی تھی کہ کیفیات چہارگانہ حرارت یعنی گرمی، برودت یعنی سردی، یبوست یعنی خشکی اور رطوبت یعنی تری جب تک جسم انسانی میں متوازن ہوتی ہیں انسانی جسم تندرست رہتا ہے اور ان میں کمی بیشی اس وقت ہوتی ہے جب چار اخلاط یعنی صفراء، سوداء، بلغم اور خون کا توازن غلط ہو جاتا ہے۔

ایلوپیتھک ڈاکٹر صاحبان نے یہ تھیوری پیش کی ہے کہ مختلف امراض کے جراثیم جب کسی نہ کسی طرح انسانی جسم میں داخل ہو جاتے ہیں تو انسان کی صحت پر

حملہ کرکے اسے بیمار بنا دیتے ہیں۔

ہومیوپیتھک

حضرات کی تھیوری یہ ہے کہ امراض اندرونی انسان یعنی نفس کی خرابی سے پیدا ہوتے ہیں اور یہ اندرونی انسان چوں کہ روح کی مانند ہے اس لیے اس کے علاج میں نہایت ہی لطیف ادویات ہی کامیاب ہو سکتی ہیں۔

ایک بات یقینی ہے کہ ان سب کی متضاد تشریحات درست نہیں ہو سکتی۔ قانونِ قدرت اور قانونِ فطرت ہر جگہ ایک ہی ہے اور اسے تبدیل نہیں کیا جا سکتا، انسان کی بہترین کامیابی یہی ہے کہ وہ قدرت اور کائنات کے قواعد اور طریقۂ کار کا مطالعہ کرنے کے بعد اس کے بنائے ہوئے نہ تبدیل ہونے والے قوانین کا مطالعہ کرے اور ان قوانین کی پیروی کرتے ہوئے ان سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کرے۔ یہی سائنس کا مسلمہ اصول ہے ہمیں تسلیم کرنا ہوگا کہ فطرت کبھی غلطی نہیں کرتی اور فطرت کی مخالف ہمیشہ ناکامی اور نقصان کا باعث ہوتی ہے۔

اس مسلمہ اصول کو مدّنظر رکھتے ہوئے آیئے ہم دیکھیں کہ کونسا علاج قانون قدرت کے مطابق اور درست ہے اور کونسی تھیوری عقلِ سلیم پر پوری اترتی ہے۔

آیئے اس اصول کو مدّنظر رکھتے ہوئے سب سے پہلے

ایلوپیتھک طریقۂ علاج پر غور کریں۔

خوردبین کی ایجاد سے پہلے جراثیم کی تھیوری کا وجود نہ تھا اگرچہ امراض کا چھوت کے ذریعے پھیلنے کا یقین عرصۂ نامعلوم سے چلا آتا ہے، جب خوردبین ایجاد ہوئی تو ڈاکٹر صاحبان نے مریضوں کے خون، پاخانہ اور پیشاب کے اندر ننھے ننھے نہایت ہی باریک جراثیم دیکھے تو ان کو امراض کا سبب جان لیا اور پھر ان جراثیم کو مارنے کے لیے زہریلی ادویات سے انسانی جسموں کو بھرنا شروع کر دیا۔ صانع کائنات نے انسان کو

تہذیب

کی لگاوٹوں سے ماورا خوبصورت خودرُو فطرت پر پیدا کیا ہے۔ تہذیب پالتو بننے کا عمل ہے اور اس پر اس قدر مبالغہ کیا جاتا ہے کہ یہ تباہ کُن ہو جاتی ہے، دنیا میں کوئی جانور سوائے پالتو کتے کے قبض کا شکار نہیں ہوتا، اور پالتو کتا اس لیے قبض کا شکار ہوتا ہے کہ وہ مہذب ہو جاتا ہے، پیدائشی چھوٹے سَر والے افراد بھی قبض کا شکار نہیں ہوتے جنہیں عرف عام میں چوہے کہا جاتا ہے۔

جب انسان نے فطرت کی زندگی سے روگردانی کر کے مصنوعی زندگی تہذیب کے نام پر اختیار کی تو اس

خوب صورت اور نہایت کامل مشین یعنی جسم انسانی میں مختلف خرابیاں پیدا ہوئیں اور ان خرابیوں کو بیماریاں کہا گیا۔

قبض، درد، بخار، اسہال اور دماغی خرابیاں وہ عوارض تھے جو انسان کو لاحق ہوتے اور انسان نے ان وجوہات کا سراغ لگانے اور ان سے نجات حاصل کرنے کے لیے غور و خوض شروع کیا اور یہیں سے علم طبّ کی ابتدا ہوئی۔

کچھ لوگوں نے ان جسمانی خرابیوں کو بدروحوں کی کارستانی بددُعا یا جادوگروں کا اثر اور اس قسم کی باتوں پر محمول کیا اور یورپ اور دوسرے ملکوں میں جادوگری کے شبہ میں کئی افراد کو زندہ جلا دیا لیکن کچھ صالح افراد ان امراض کا کھوج لگانے اور ان کا علاج جڑی بوٹیوں، دھاتوں اور نمکیات کی مدد سے "تلاش کرنے میں مشغول ہو گئے" دنیا میں سب سے پہلے امراض کے علاج کو سائنس کا درجہ یونانیوں نے دیا اور اس لیے اس طریقۂ علاج کا نام

یونانی طریقہ علاج

رکھا گیا۔ عربوں نے بھی اس میں بڑی تحقیقات کیں اور شیخ بُوعلی سینا نے تو اس سائنس میں ایسے اصول وضع کئے کہ آج بھی جدید سائنس ان سے استفادہ کرنے پر مجبور ہے۔

علاج بالمثل کی اصطلاح سب سے پہلے طب یونانی ہی میں پیش کی گئی، مگر اس میں کوئی خاص اصول وہ وضع نہ

کر سکے اور نہ ہی کوئی پیش رفت کر سکے۔

لیکن یونانی طریقہ علاج بالضد پر ہی چلتا رہا، اگرچہ یونانی طریقۂ علاج میں دوا کی بجائے غذا پر زور دیا جاتا رہا اور طب یونانی کی ادویات اکثر دوا نہیں بلکہ غذا ہیں۔

غذا اور دوا

غذا اور دوا کی تشریح طب یونانی میں یوں کی گئی ہے کہ غذا وہ چیز ہے جو انسانی مشینری کا کوئی حصّہ بن کر عمل کرے، یعنی جن اجزاء سے جسم انسانی بنا ہے ان میں سے کوئی ہو اور اس طرح سے عمل کرے کہ باقاعدہ معدہ جگر اور آنتوں میں ہوتی ہوئی خون میں شامل ہو کر عام قاعدہ سے جسم کا جزو بن جائے اور کیفیت غالبہ پیدا نہ کرے، اس سلسلہ میں تھوڑی سی تشریح کی ضرورت ہے کہ فولاد، کیلشیم وغیرہ ہم بے شمار دھاتیں جسم انسانی کا حصّہ ہیں، لیکن جب مادی صورت میں ان کو جسمِ انسانی میں داخل کیا جاتا ہے تو وہ کیفیتِ غالبہ جسم میں پیدا کرتی ہیں اور وہ دوائیں ہیں لیکن پھلوں، سبزیوں، اناج اور چند ایک بوٹیوں میں شامل اجزاء کے طور پر جب جسم میں داخل کی جاتی ہیں تو ہضم ہو کر جسم کی ضرورت کو پورا کرتی ہیں اور جسم کا حصّہ ہوتی ہیں اور غذا ہوتی ہیں دوا نہیں۔

دوا وہ چیز ہے جو جسم میں داخل ہو کر کیفیتِ غالبہ پیدا کرتی ہے خواہ وہ ایسا عنصر ہو جو جسم میں پہلے ہی موجود ہو، جیسے کہ فولاد، کیلشیم، میگنیز، پوٹاشیم، سنکھیا اور فاسفورس وغیرہ۔

فطرت کی آزادانہ زندگی چھوڑ کر جب انسان تہذیب زدہ ہو گیا تو سب سے پہلے وہ قبض کا شکار ہوا، قبض اس طرح شروع ہوئی کہ رفع حاجت کے لیے جب فطرت نے انسان کو پکارا تو اپنی مصروفیت کے باعث یا تہذیب کی وجہ سے کسی نزدیکی جگہ نہ ہونے کے باعث اس نے اس فطرتی پکار کا مقابلہ کیا اور اپنی اس حاجت کو دبا دیا اس طرح دباتے دباتے اس نے اپنی آنتوں میں فضلہ کو روکے رکھا۔

اس طرح آنتوں کو فضلہ روکنے کی عادت ہو گئی اور آنتوں سے فضلہ خارج کرنے کا عمل کمزور ہو گیا، بڑی آنت میں فضلہ جمع ہوتا رہا، یہاں تک کہ اس کی ہیئت ہی تبدیل ہو گئی۔

اس سلسلہ میں یہ بات مشہور ہو گئی کہ ایک دفعہ دن میں رفع حاجت صحت ہے اور ایک اچھی طرح بندھا ہوا پاخانہ دُرست صحت کی نشانی ہے، حالاں کہ اصلیت یہ ہے کہ ایک دفعہ کی رفع حاجت سخت قبض ہے اور ایک بندھا ہوا پاخانہ اس بات کا

حتمی ثبوت ہے کہ پاخانہ زیادہ دیر تک آنتوں میں رکا رہا۔ قبض یعنی آنتوں میں پاخانہ کے رہنے کی وجہ سے فضلہ میں سڑانڈ کا عمل شروع ہوا اور گندی ہوائیں اور زہریلے مادے پیدا ہونے شروع ہوئے۔

صانع قدرت نے انسانی مشینری بناتے وقت چھوٹی سے چھوٹی باتوں کو نہایت خوبصورتی سے مدِنظر رکھا ہے، چنانچہ ایسے حالات میں جب آنتوں میں فضلہ (ECOMPOSE ہو کر زہریلے مادوں میں تبدیل ہونا شروع ہوتا ہے تو معدہ اور آنتوں میں قدرت نے پہریدار مقرر کر رکھا ہے جو کہ ان زہریلے مادوں کو جسم انسانی میں داخل ہونے سے روکتا ہے۔

یہ پہریدار بردار مادہ (MUCUS MEMBRANE) ہے جو کہ آنتوں اور معدہ کی دیواروں کے اردگرد لگا ہوتا ہے۔

لیکن جب حکماء نے قبض سے پیدا شدہ تکالیف کا مشاہدہ کیا تو انھوں نے ایسی دوائیں ایجاد کیں جو کہ اپنے اثرات سے آنتوں میں ہلچل پیدا کر کے فضلہ کو خارج کرتی تھیں یہ دوائیں دو قسم کی ہیں۔

ایک قسم میں عشق پیچہ، جمال گوٹہ یعنی کروٹن، سقمونیہ وغیرہ ہمہ قسم کی تھیں جو کہ خطرناک زہر ہیں۔ جب یہ دوائیں جسم میں داخل ہوتی ہیں تو چونکہ یہ زہر ہیں اس لیے ان ادویات کے ضرر سے جسم کو پاک

کرنے کے لیے قوّت مدبرہ یعنی جسم کو درست حالت میں رکھنے والی طاقت کام کرتی ہے اور خون سے میرم کھینچ کر خود اس زہر کو خارج کرتی ہے۔

اس طرح آنتوں میں رکا ہوا فضلہ بھی خارج ہو جاتا ہے، مگر اس کے ساتھ ساتھ وہ بُردار مادہ یعنی (MUCUS MEMBERANE) جو کہ قدرتِ کاملہ نے انسان کی آنتوں میں زہریلے مادوں کو جسم میں داخل ہونے سے روکنے کے لیے لگایا تھا چھِل جاتا ہے، زخمی ہو جاتا ہے اور بالآخر ختم ہو جاتا ہے اور اس کے بعد آنتوں کا فعل اور زیادہ کمزور ہو جاتا ہے۔

دوسری قسم کی ادویات بلیلہ، گلاب، ثناء مکی، شیرخشت املتاس، قسم کی ہیں، یہ ادویات آنتوں کی حرکتِ دودی کو تیز کر کے فضلہ کو خارج کرتی ہیں اور (MUCUS MEMBERNE) کو کم از کم نقصان پہنچاتی ہیں اور اس طرح فضلہ آنتوں سے خارج ہو جاتا ہے۔

چونکہ آنتوں کی حرکتِ دُودی کو مہمیز لگا کر تیز کیا جاتا ہے اس لیے اس کا دوسرا عمل یہ ہوتا ہے کہ حرکتِ دودی آگے سے بھی کمزور ہو جاتی ہے اور مریض مستقل قبض کا شکار ہو جاتا ہے اور اس طرح انسانوں کے جسم میں زہریلے مادے اکٹھے ہونے شروع ہو جاتے ہیں، اس عمل میں سب سے پہلے بڑی آنت کی ہیئت

بدلنی شروع ہوتی ہے اور اس کی ہیئت ہی بدل جاتی ہے۔ جیسا کہ شکل سے ظاہر ہے۔ اس طرح یہ فاسد مادہ آنتوں میں اور خون کی نالیوں کی دیواروں اور جسم کے مختلف حصوں میں جمع ہونا شروع ہو جاتا ہے اور یہیں سے انسان کی بیماری شروع ہوتی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ تکالیف، مثلاً درد، اسہال، قے، بخار، ہچکی، خارش اور زخم وغیرہ کیا ہیں اور ان کا علاج کیا ہے، یہیں سے طبّ شروع ہوتی ہے۔

جب انسان کے جسم میں مادہ فاسد پھیل کر اپنا گھر بنا لیتا ہے تو انسان مریض ہو جاتا ہے، اس وقت اسے بھوک کی کمی، طبیعت میں بیزاری، سستی، بے چینی، زودرنجی اور بات کی تشویش وغیرہ لاحق ہو جاتی ہے۔

اس مشین یعنی انسانی جسم کو ایسے خوبصورت اور خودکار طریقہ پہ بنایا گیا ہے کہ اس میں جو نقص پیدا ہو خود بخود درست ہوتا چلا جائے۔

دورانِ خون کے متعدد مقاصد ہیں ان میں ایک مقصد تو یہ ہے کہ جسم کے ذرّات جو ہر وقت ٹوٹتے رہتے ہیں ان کو غذا فراہم کرکے نئے ذرّات بنائے جائیں، دوسرا مقصد یہ ہے کہ ذرّات کے ٹوٹنے سے جو فاضل مادہ پیدا ہو اسے (EXCRATORY QRGANS) یعنی اعضائے اخراج کے ذریعے جسم سے خارج کر دیا جائے۔

سب سے پہلے تکلیف جو ہمیں نظر آتی ہے وہ درد ہے۔ درد سر میں، دل میں، پھیپھڑوں میں، گردوں میں، جگر معدہ میں یا کسی بھی جگہ ہو سکتی ہے، آیئے اب دیکھیں کہ درد کیا ہے اور اس کا علاج کیا ہے۔ طبّ یونانی کی مشہور کتاب "شرح اسباب" میں درد کے متعلق لکھا ہے۔

درد

کی تعریف میں اختلاف ہے، جالینوس اور اس کے پیرو مانند رازی صاحب کامل، صاحب مأۃ اور ابھی سہل مسیحی نے درد کی تعریف اس طرح کی ہے کہ "درد حالتِ طبعی اور اصلی سے خارج ہونے کا نام ہے"۔ مگر شیخ بوعلی سینا نے درد کی تعریف یوں کی ہے۔ "درد کسی مخالف اور منافی شے کے ادراک یعنی محسوس کرنے کا نام ہے بشرطیکہ اس کا ادراک بحیثیت مخالف ہونے کے ہو۔

بوعلی سینا کی تعریف عقل کے مطابق درست ہے اس لیے کہ کسی عضو کو ادویات سے بے حس کرنے کے بعد یا مریض کو بے ہوش کرنے کے بعد آپ وہ عضو بیشک کاٹ دیجئے مریض درد محسوس نہیں کرے گا، اس لیے کہ قدرت نے تمام جسم کے اندر نان والنٹری اعصاب کا ایک جال بچھا رکھا ہے جو کہ جسم کے مختلف حالات

کو مرکز دماغ کے اندر پہنچا دیتا ہے لیکن اگر ان اعصاب
کی محسوس کرنے کی حس یعنی مرکز دماغ کو اطلاع دینے والے
سسٹم کو ختم کر دیا جائے تو باوجود کہ جسم میں نقص واقع
ہو گا درد نہیں ہو گا۔ جب جسم درد محسوس کرتا ہے تو
مرکز دماغ جو کہ حاکم ہے اس طرح تمام جسم کے قُویٰ کو
اور خون کو اس درد والی جگہ پر پہنچا دیتا ہے اور اس
طرح اصل مرض کو رفع کرکے مریض کو قدرت مرض سے
نجات دلا دیتی ہے اگر جسم کے اندر درد مادۂ فاسد کی
وجہ سے ہو تو یہ مادہ پیشاب پاخانہ اور پسینہ کے ذریعہ
یا عمل احتراق یعنی جلانے کے عمل کے ذریعے خارج کر
کے جسم کو اس سے نجات دلائی جاتی ہے لیکن ہمارے
حکماء اور ڈاکٹر صاحبان نے جو کہ اپنے آپ کو محکوم فطرت
نہیں بلکہ حاکم فطرت تصوّر کرتے ہیں یہ طریقہ ایجاد کیا
ہے کہ ایسی دوا دے دی جائے جو کہ اعصاب کے اس
برقی نظام کے مرکز دماغ سے تعلق کو ختم کرکے درد کو
محسوس کرنے کا عمل ختم کر دے اور اس طرح مریض کو
کہیں زیادہ اور مستقل ضرر رساں تکالیف کا شکار بنا کر
اپنی جیبیں گرم کی جائیں اور مریض کو دھوکہ دیا جائے کہ
اس کو شفایاب کر دیا گیا ہے جب ڈاکٹر صاحب ایک
دفعہ مریض کو مسکن ادویات کے ذریعے درد سے نجات
دلاتے ہیں تو مریض ڈاکٹر صاحب کی قابلیت کا معترف

اور ان کا ممنون ہو جاتا ہے نہ جانتے ہوئے کہ سخت
بددیانتی اور فریب اس کے ساتھ ہوا ہے اور اس کے
بعد غریب مریض مستقل بیماریوں کا شکار ہو کر اسی طرح
کے دھوکوں میں مبتلا ہوتا رہتا ہے اور ڈاکٹر صاحب اپنا
روپیہ کمانے کا کاروبار چمکائے رکھتے ہیں۔

خدا تعالیٰ ہمارے ملک کے عوام کو ان نام نہاد
ڈاکٹروں کے ناقص علم سے نجات دلائے اور غریب عوام
کو سچائی کو سمجھنے کی توفیق دے۔ درد کے بعد بخار کا نمبر
آتا ہے۔ ہمارے ڈاکٹر اور حکماء صاحبان بخار کو بہت
بڑی بیمار تصوّر کرتے ہیں اور جب بھی کسی بخار والے
مریض سے ان کا واسطہ پڑتا ہے تو ان کی پہلی کوشش یہ
ہوتی ہے کہ بخار کو فوراً اتار دیا جائے پرانے طبیب
(یونانی) کبھی بخار کو فوراً اتارنے کے قائل نہ تھے وہ پہلے
بخار کی میعاد کا انتظار کرتے تھے اور بخار کو مناسب وقت
پر روکتے تھے لیکن جب ایلوپیتھک ڈاکٹر میدان میں آئے
تو ان کا طریقہ بڑا سادہ اور فوری تھا وہ اسپرین، پیراسیٹامول
سے فوراً بخار کو اتار دیتے اور کونین کی بھاری مقدار مریض
کے جسم میں داخل کرکے بخار کو روک کر شفاء کا فتویٰ دے
دیتے تھے مگر ٹائیفائڈ بخار اور اس قسم کے دوسرے بخار
میں وہ بے بس نظر آتے تھے مگر جب (ANTI BIOTICS)
میدان میں آئیں تو کلورو فینی کال اور سپٹران سے ٹائیفائیڈ

بخار کو فوراً اتارا جانے لگا اور ڈاکٹروں کی چاندی ہوگئی۔

آیئے اب ذرا ان کے علاج کا تجزیہ کریں۔ لیکن پیشتر اس کے کہ ہم بخار کے علاجوں کا تجزیہ کریں ہمیں معلوم ہونا چاہیئے کہ

بخار

کا سبب کیا ہے۔ بخار دو قسم کے ہیں ایک (ACUTE) یعنی "حاد" اور دوسرے کرانک یعنی مزّمن۔

(ACUTE) یعنی حاد بخار میں سرِفہرست ملیریا بخار ہے اس کے بعد خسرہ اور ریڈ سکارلٹ فیور وغیرہ کا نمبر آتا ہے۔ ٹائیفائڈ بخار کو بھی ہم حاد بخار کی فہرست میں شامل کر سکتے ہیں۔ مزّمن بخار سل اور دق ہیں اب سوال یہ ہے کہ حاد بخار کیوں ہوتے ہیں۔ ایلوپیتھک تحقیق کے مطابق مختلف بخار مختلف قسم کے جراثیم کی وجہ سے ہوتے ہیں لیکن میں اس تھیوری سے متفق نہیں ہوں۔ ڈاکٹر صاحبان نے اپنی تحقیقات کی بنیاد اس پر رکھی ہے کہ وہ مریض کے پاخانہ، خون اور تھوک کے اندر جراثیم کو دیکھتے ہیں تو فتویٰ دے دیتے ہیں کہ یہ مرض ان ہی جراثیم کے باعث ہوتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ ایک ہی علاقہ میں ایک ہی ماحول میں رہنے والے چند لوگ ہی کیوں ان جراثیم سے متاثر ہوتے

ہیں اور باقی کیوں نہیں تو اس کا جواب ان کے پاس یہ ہے کہ جن لوگوں کے جسم میں (IMMUNITY) یعنی قوتِ مدافعت ہوتی ہے وہ ان بیماریوں سے بچے رہتے ہیں اور جن کے اندر یہ قوتِ مدافعت نہیں ہوتی ان پر یہ بیماریاں حملہ کرتی ہیں اس کے علاوہ صرف وہی افراد بیماریوں میں مبتلا ہوتے ہیں جن کے اندر امراض سے متاثر ہونے کی صلاحیت ہوتی ہے اب سوال یہ ہے کہ یہ (IMMUNITY) کیا ہے اور صلاحیت کیا ہیں۔ میرے بھائی یہ سیدھی سی بات ہے صلاحیت سے مراد وہ مادہ فاسد ہے جو کسی انسان کے جسم میں غیر قدرتی زندگی گزارنے سے جمع رہتا ہے جیسا کہ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ صانع کائنات نے انسان کو بناتے وقت اسے (AUTOMATIC) یعنی خودکار بنایا ہے۔

مادہ فاسد خواہ انسانی جسم میں جمع ہو یا جسم کے باہر کسی جگہ کوڑے کرکٹ کی شکل میں قدرت نے اسے ضائع کے لیے (DECOMPOSITION) کا عمل مقرر کیا ہے جہاں کہیں یہ گلنے سڑنے کا شروع ہوتا ہے وہاں گیس اور حرارت پیدا ہوتی ہے یہ ننھے ننھے جراثیم ہر جگہ اس مادۂ فاسد کو تباہ کرنے کے لیے قدرت کے کارکن ہیں مگر انسان اور زندگی کے دشمن ہرگز نہیں۔ اب اس وقت اور موسم میں جبکہ ہر جگہ تالابوں

اور گڑھوں میں یا اس پر بکھرے ہوئے گندے فضلات میں گلنے سڑنے کا عمل شروع ہوتا ہے تو انسانی جسم میں پڑتے ہوئے مادہ کو جلانے کے لیے قدرت اپنا کام کرتی ہے اور یہ ننھے بیکٹیریا مادہ کو جلانے اور ختم کرنے کا عمل کرتے ہیں، نہ کہ انسان کو ہلاک کرنے کا وہ بخار اور حرارت جو کہ اس گلنے سڑنے کے عمل میں جسم انسانی میں حرارت پیدا ہوتی ہے اور دورانِ خون کی تیزی دراصل انسان کو صحت مند کرنے کے لیے ہوتے ہیں نہ کہ ہلاک کرنے کے پس خواہ کتنے ہی مچھر کاٹیں اور کیسی ہی خراب جگہ ہو اگر کسی شخص کے اندر مادۂ فاسد موجود ہے تو اس پر بخار کا حملہ ہوگا۔ اگر اُس کا جسم اخلاط فاسد سے پاک ہے تو وہ بہرحال میں بخار سے محفوظ رہے گا۔

اگر اُس کا علاج زہریلی ایلوپیتھک ادویات کی بجائے قدرتی طریقہ پر کیا جائے، تو بخار کے خاتمہ کے بعد وہ ایک نہایت صحت مند شخص ہوگا مادۂ فاسد کو خارج کرنے کے لیے قدرت نے پاخانہ، پیشاب، قے وغیرہ مخرج رکھے ہیں جنہیں ہم (EXCRATORY ORGANS) یعنی معاون اخراج اعضا کہتے ہیں جو مادہ فاسد جسم کی اندرونی نالیوں کے اردگرد جمع رہتا ہے وہ ان میں سختی اور رکاوٹ پیدا کرتا ہے اس میں جب جوش آئے گا تو وہ بخار کی صورت

میں نمودار ہوگا لیکن جو مادۂ فاسد معدہ جگر پتّہ اور آنتوں کے اردگرد جمع ہوتا ہے اس میں جب جوش آئے گا تو قدرت اسے قے اور دستوں کے ذریعے خارج کرنے کی کوشش کرتی ہے اور اس کوشش کا نام کالرا یعنی ہیضہ ہے۔

ابتداء میں جب کالرا کا حملہ ہوتا ہے تو مریض کو بغیر درد کے اسہال شروع ہو جاتے ہیں یہ اسہال پانی کی پچکاری کی طرح ہوتے ہیں پیٹ میں گڑگڑاہٹ ہوتی ہے زبان پر زرد میل اور پیشاب میں چربی یا ایلبومین آنی شروع ہو جاتی ہے یہ عموماً گرمیوں میں کالرا کے موسم میں ہوتا ہے سردیوں میں جو اسہال ہوتے ہیں ان میں زبان سُرخ اور خشک ہوتی ہے اور مریض کو پیاس بہت کم محسوس ہوتی ہے۔ اگر ابتداء ہی سے

کالرا کی تشخیص

کر لی جائے تو کوئی خطرناک عوارض پیدا نہیں ہوتے۔ اس وقت صحیح علاج یہی ہے کہ مریض کو ہر قسم کی خوراک بند کر دی جائے اور سکنجبین سرکہ اور عرقِ گلاب پانی میں ملا کر دیتے ہیں۔ سیاہ بدبودار اسہال آکر مریض بالکل تندرست ہو جاتا ہے۔ لیکن اس میں احتیاط اتنی کی جانی چاہیئے کہ مریض کو سادہ پانی بافراط پلائیں ٹھنڈی

جگہ اور کھلی ہوا میں رکھیں پسینہ بالکل نہ آنے دیں اگر ہاتھ پاؤں ٹھنڈے معلوم ہوں تو بھی ان کو ٹھنڈے پانی سے دھوئیں چہرہ پر ٹھنڈے پانی کے چھینٹے ڈالیں اور مریض کا معائنہ کرتے رہیں جب اس کی زبان کی زردی بالکل ختم ہو جائے اور اسہال اور گڑگڑاہٹ کی جملہ علامات بالکل ختم ہو جائیں تو پھر مریض کو خوراک دیں اور خوراک دینے کا طریقہ میں آگے چل کر بیان کر دوں گا۔

سردیوں کے اسہال کے کالرا میں تبدیل ہونے کے امکانات نہیں ہوتے مگر پھر بھی ان اسہال کو کسی بھی دوائی سے بند کر دیا جائے تو مریض کئی قسم کے مستقل امراض میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

کئی دفعہ سردیوں کے اسہال کو غلط طریقہ سے بند کر کے مریض کو آئندہ کے لیے اپنڈے سائٹس یا دوسری امراض کا شکار بنا دیا جاتا ہے کالرا کی دوسری قسم یا دوسرا درجہ تب شروع ہوتا ہے اگر پہلے درجے کو معمولی سمجھتے ہوئے کوئی اسہال بند کرنے والی دوا یا کسی قسم کی غذا استعمال کر لی جائے تو اس وقت زیادہ بدبودار پاخانہ اور قے اور چاول کی پیچھ کی طرح یا لئی کے سے سفید پاخانے آتے ہیں قے بھی ہوتی ہے ٹانگوں میں اینٹھن بھی ہوتی ہے پہلی سٹیج کے بعد دوسری سٹیج عموماً اس وقت آتی ہے جب پہلی سٹیج کو صحیح کنٹرول نہ کیا جائے اور کسی

قسم کی کوئی دوا یا غذا استعمال کر لی جائے لیکن ہماری غلطی کے بعد بھی مہربان قدرت ایک اور موقع ہمیں صحت کا عطا کرتی ہے ایسے وقت میں چاول کی پیچھ کی طرح کے اسہال صرف اسی صورت میں آتے ہیں جب مریض کو ابتدائی حالت میں پانی کم دیا جائے۔ اس سٹیج میں بھی معالج کی حوصلہ اور یقین کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہر قسم کی خوراک بند کر کے مریض کو پانی اور سکنجبین سرکہ دینا شروع کریں۔ ہومیوپیتھک ادویات میں کیوپرم میٹیلکم ۳۰ طاقت بھی فائدہ کرتا ہے۔

یاد رکھیئے ادویات اور بیرونی تاثرات کبھی کسی مریض کو تندرست نہیں کرتے فطرت تندرست کرتی ہے جسم اپنے آپ کو خود تندرست کرتا ہے۔ طبّ یونانی کی مشہور کتابوں میں یہ اصول پیش کیا گیا ہے کہ علاج بجز معاونت طبع چیزے دیگر نیست۔"

اب غور طلب بات یہ ہے کہ درد بخار، قے، اسہال وغیرہ علامات مرض کیا ہیں۔ کیا یہ مرض ہیں آج تک معالجین کی اکثریت ان ہی عوارض کو مرض خیال کر کے ان کا علاج کرتی ہے۔ دنیا بھر کے اخبارات، ریڈیو، ٹیلیویژن اور ذرائع ابلاغ میں مختلف عوارض کے علاج کے اشتہارات کے ذریعے ان عوارض کو دفع کرنے والی ادویات لاکھوں اور کروڑوں روپوں کی فروخت ہو رہی ہیں۔ طبّ یونانی کے

موجدِ اعلیٰ جالینوس نے اپنی پریکٹس کے دوران بھی افیم کو بے تحاشا استعمال کیا ہے لیکن ان عوارض سے چھٹکارا حاصل کرنے کے جنون نے نسلِ انسانی کو بے شمار پیچیدہ بیماریوں اور ان گنت مصائب سے دوچار کر دیا ہے۔ میں نے پہلے صفحات میں عرض کیا ہے کہ قادرِ مطلق نے جسمِ انسانی کو خودکار بنایا ہے اور اس کے اندر ایسا نظام رکھا ہے کہ مرض کو خود بخود رفع کرکے اسے صاف اور چلتا رکھے اس نظام کے تحت جب جسم میں کسی جگہ خرابی ہوتی ہے تو اس خود کار نظام کے ماتحت حاکم یعنی مرکز دماغ کو اطلاع دی جاتی ہے اور دماغ کا اس خرابی کو محسوس کرنے کا نام درد ہے جسم سے مادہ فاسد کو جلانے اور خارج کرنے کے لیے بخار پیدا کیا جاتا ہے۔ جسم سے زہریلا مادہ بذریعہ قے، اسہال اور پسینہ سے خارج کیا جاتا ہے پُرانے امراض کے مادہ کو جسم کے بیرونی حصہ سے خارش، چنبل یا زخموں کی صورت میں نکالا جاتا ہے۔ یہ سب صورتیں جن کو ہم امراض اور عوارض کے نام سے موسوم کرتے ہیں قدرت کی طرف سے دراصل انسانی مشین کو چالو رکھنے کی کوشش ہوتی ہے معالج کا فرض ان علامات کا مقابلہ کرنا نہیں بلکہ نیچر کی مدد کرنا ہے تاکہ جسم اصل مرض سے نجات حاصل کر سکے۔ اصل مرض کے خاتمہ کے ساتھ ہی یہ عوارض جو بظاہر مرض دکھائی دیتے ہیں خودبخود ختم ہو جاتے ہیں یہ بات امراض حادہ

کی حد تک بالکل درست ہے مگر اگر امراض حادہ کو بیرونی اثرات اور مسکن ادویات سے دباتے رہیں تو امراض مزمنہ از قسم سِل، دِق، دمہ، کینسر، دل کی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

جب امراض حادہ کو قدرتی طریقہ علاج سے شفاء دینے کی بجائے عوارض از قسم بخار، کھانسی، قے اور دست وغیرہ کو دبا کر مریض کو شفاء کے دھوکہ میں مبتلا کر دیا جاتا ہے تو خطرناک امراض دل کی بیماریاں سِل، دق اور شوگر وغیرہ پیدا ہو جاتے ہیں۔ میں ان امراض پر پھر کبھی بحث کروں گا لیکن یہاں پر یہ بتا رہا تھا کہ حاد امراض میں جو عوارض پیدا ہوتے ہیں۔ وہ قدرت کی طرف سے انسان کی مشین کو درست رکھنے کے اوزار ہیں لیکن جب ہم نہایت لطیف اجزاء اس دوا کے جسم میں داخل کرتے ہیں جو اس قسم کی تکالیف جن میں مریض مبتلا ہوتا ہے کسی تندرست آدمی کے جسم میں کثیف حالت میں داخل ہو کر پیدا کرتی ہیں تو گویا ہم قدرت کے اس عمل کو جو وہ انسانی جسم کی مرض سے نجات دلانے کے لیے کر رہی ہے امداد دیتے ہیں اور جسم کی قوّتِ مدبّرہ کو اُبھارتے ہیں۔ جس سے مدد لے کر

قوّتِ مدبّرہ

جسم کو مرض سے نجات دلا دیتی ہے یہی صورت کالرا میں پیش آتی ہے۔ قے اور دستوں کے ذریعے قدرت مادۂ فاسد

کو خارج کرنے کا عمل کرتی ہے جراثیم قدرت کی مدد کرتے ہیں انسان کو ہلاک کرنے کا عمل نہیں کرتے۔ ایسے وقت میں قے اور دستوں کو دوا کے ذریعے روکنا نہ قدرتی طریقہ علاج ہے نہ ہومیوپیتھک جب آپ مریض کو وافر مقدار میں پانی دیں گے اور اسے پنکھے کی ہوا میں رکھیں گے تو اس کا بدن سرد نہیں ہو گا اور دستوں قے کے ذریعے مادۂ فاسد خارج ہو کر بالآخر مریض صحت یاب ہو جائے گا۔

لیکن

ہم لوگوں کو عام طور پر علاج کے لیے اس سے اگلی سٹیج پر بلایا جاتا ہے اس وقت حالت یہ ہوتی ہے کہ مریض کو اسہال اور قے کی شدت ہوتی ہے اسہال چاول کی پیچھ کی طرح آ رہے ہوتے ہیں اور متواتر قے آ رہی ہوتی ہے اسے نہ بجھنے والی پیاس ہوتی ہے۔ اس کی ٹانگوں میں شدید اینٹھن شروع ہوتی ہے اور اکثر اوقات پاؤں کی انگلیوں میں بھی اینٹھن شروع ہو جاتی ہے۔ پیشاب بند ہو جاتا ہے اور ناقابلِ بیان کرب اور قلق ہوتا ہے جب اس کے بدن کو انگلی سے دبایا جاتا ہے تو اس میں گڑھا پڑ جاتا ہے۔ مریض نیم بے ہوشی یا ہذیان کی حالت میں ہوتا ہے آواز بالکل مدہم ہو جاتی ہے اور ہاتھ اور پاؤں برف کی مانند ٹھنڈے ہو جاتے ہیں۔ آنکھیں گڑھے میں چلی جاتی ہیں اور چہرہ بالکل اتر

جاتا ہے ہونٹ نیلے ہو جاتے ہیں، ناک کی نوک ٹھنڈی اور مڑی ہوئی ہوتی ہے نبض بہت مدہم ہوتی ہے اور بالآخر محسوس ہی نہیں ہوتی جلد پر ٹھنڈا پسینہ ہوتا ہے الغرض موت کی تمام علامات مریض کو گھیرے ہوئے ہوتی ہے یہاں مجھے اس بات کی وضاحت کرنا ضروری محسوس ہوتی ہے کہ

سنکھیا زدہ

مریض میں بھی تقریباً یہی علامات ہوتی ہیں مگر ان میں بنیادی فرق یہ ہے کہ کالرا کا مریض بالکل کپڑا نہیں اوڑھنا چاہتا اور پنکھے کی سرد ہوا کی خواہش کرتا ہے شدید پیاس میں پانی کے بڑے بڑے پیالے غٹاغٹ ختم کر دیتا ہے جب کہ سنکھیا کا مریض کپڑوں میں لپٹا رہنا چاہتا ہے اور ذرا سا کپڑا ہٹانا بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ سنکھیا کا مریض اگرچہ بہت پیاسا ہوتا ہے مگر پانی صرف ایک دو گھونٹ ہی پی سکتا ہے اور بار بار پانی طلب کرتا ہے کالرا کے مرض میں کیونکہ قدرت مادۂ فاسد کو خارج کرنے کا عمل شروع کرتی ہے اور وہ مادہ معدہ میں اکٹھا ہو جاتا ہے۔ اس زہر کو خارج کرنے کے لیے معدہ کو پانی کی ضرورت ہوتی ہے اس لیے معدہ کی اس پانی کی طلب کی وجہ سے مریض کو شدید پیاس شروع ہو جاتی ہے لیکن جب معالج حضرات یہ دیکھتے ہیں کہ پانی معدہ میں جاتے ہی قے اور

اسہال کے ذریعے خارج ہو جاتا ہے تو وہ مریض کو پانی دینا بند کر دیتے ہیں جب مریض کو باہر سے وافر مقدار میں پانی نہیں ملتا تو اس کا معدہ خون کی سیرم کھینچ لیتا ہے اور یہ خون کا سیرم ہی ہوتا ہے جو چاول کی پیچھ جیسے اسہال سے خارج ہو جاتا ہے تو خون گاڑھا ہو کر جم جاتا ہے اور مریض موت کے گھاٹ اتر جاتا ہے۔ اس بات سے تو اب کسی کو بھی انکار نہیں ہے کہ کالرا سے موت خون میں پانی ختم ہونے سے ہوتی ہے لیکن کالرا کی موت کی واحد وجہ صرف خون سے پانی خارج ہونا ہی نہیں ہے بلکہ جب مریض کے قے اور دست کسی بھی دوا سے بند کر دیئے جاتے ہیں تو وہ زہر جو معدہ اور آنتوں سے قے اور اسہال کے ذریعے خارج ہو رہا تھا رک جاتا ہے خون کے ذریعے دل میں چلا جاتا ہے اور مریض ختم ہو جاتا ہے چونکہ اس حقیقت کا اعتراف اب سب معالجین کو ہے کہ کالرا میں موت کی بڑی وجہ جسم میں پانی ختم ہو جانا ہے اور اس کے علاج کے لیے وہ خون کی نالیوں میں ڈرپ کے ذریعہ گلوکوز اور پانی یا نمک اور پانی داخل کرتے ہیں۔

ڈرپ کے ذریعے جسم میں پانی

اور گلوکوز یا پانی اور نمک داخل کرنے پر ایلوپیتھک ڈاکٹر بڑا زور دے رہے ہیں، طب جدید کے ہاں تو ڈرپ

لگانے کا طریقہ ایک مذہبی رسم کی طرح جاری ہو چکا ہے۔ سو میں سے پچانوے مریضوں کو خواہ کسی بھی مرض میں مبتلا ہوں بڑے زور شور سے ڈرپ لگائے جا رہے ہیں۔ میری یہ گزارشات ادھوری رہ جائیں گی اگر میں

ڈرپ کے خوفناک نقصانات

کی یہاں وضاحت نہ کر دوں۔ خوراک یا چینی جو کہ ہمارے جسم میں منہ کے راستہ داخل ہوتی ہے اُس میں منہ کے اندر داخل ہوتے ہی مختلف ENSYMES کے خامرے اور ہارمونز منہ، حلق، معدہ، جگر، لبلبہ، تلی، پتہ، چھوٹی اور بڑی آنت میں اس پر عمل کرتے ہیں اور پھر فضلہ بڑی آنت سے ہو کر خارج ہو جاتا ہے اور میٹابولزم METABOLISM یعنی نظام انجذاب انہضام کا عمل جاری و ساری رہتا ہے اور ہماری زندگی کو قائم رکھتا ہے اور صحت اور توانائی فراہم کرتا ہے۔ یہ میٹابولزم کا عمل ایک لمبا عمل ہے جس میں منہ حلق معدہ جگر لبلبہ تلی، پتہ چھوٹی اور بڑی آنت برابر حصہ لیتے ہیں اور جسم کے مختلف حصوں اور غدودوں سے خارج ہونے والے خامرے اور ہارمونز اس پر برابر عمل کرتے ہیں۔ مگر جب گلوکوز پانی یا نمک سیدھا خون کی نالیوں میں داخل کیا جاتا ہے تو یہ غیر قدرتی طریقہ انسانی جسم کو فائدہ کی بجائے سخت

نقصان پہنچاتا ہے میٹابولزم کا عمل رُک جاتا ہے، معدہ، جگر لبلبہ، پتہ اور چھوٹی بڑی آنت کے افعال شدید متاثر ہو جاتے ہیں اور مریض بیماریوں کی آماجگاہ بن جاتا ہے۔ چنانچہ جن مریضوں کو ڈرپ لگتے ہیں اُن کی بھوک اور پیاس ختم ہو جاتی ہے۔ اُن کے اعصاب میں شدید دردیں، تھکاوٹ کمزوری اور استقائی کیفیتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ بالعموم آرتھرائٹس، دمہ، الرجی اور بلڈپریشر یا دل کی تکالیف پیدا ہو جاتی ہے۔ اور انسانی جسم اس غیر قدرتی طریقہ پر داخل کی گئی گلوکوز اور نمک اور پانی کو کبھی قبول نہیں کرتا۔

لیکن کسی مرض کے بغیر بھی اب کئی مریض خصوصاً عورتیں ہم سے سوال کرتی ہیں کہ کمزوری دُور کرنے کے لیے کیا ڈرپ لگوا لیں۔ اور پھر عجیب بات یہ ہے کہ بڑے سے بڑے سپیشلسٹوں سے لے کر گلی میں بیٹھے ہوئے کوئیک بھی ہر مریض کو ڈرپ ہی لگائے جا رہے ہیں اور اس کے بعد جو تکالیف پیدا ہوتی ہیں مریض بے چارے کو بالکل علم نہیں ہو سکتا کہ یہ سب ڈاکٹر صاحب کی مہربانی یا ڈرپ کا اثر ہے۔

ڈرپ کا مضمون بڑا لمبا چوڑا ہے اور اس مختصر سے رسالہ میں اس کا پورا بیان نہیں ہو سکتا لیکن قارئین سے گزارش ہے کہ آپ خود بھی ذرا غور سے مشاہدہ کرتے رہیں تو آپ دیکھیں گے کہ جن عورتوں یا مردوں نے کسی بھی

حالت میں ڈرپ لگوائے ہوتے ہیں اُن کو دمہ آرتھرائٹس ہاضمہ کی خرابی، اعصابی دردیں۔ استسقائی کیفیتیں پیدا ہو چکی ہوتی ہیں اور پھر ان تکالیف کے لیے ڈاکٹر صاحبان نے ویلیوم کارٹی سون کے مرکبات، طاقت کی دوائیں اور طاقت کے ٹیکے لگا کر اُن کو بالکل ناقابلِ علاج بنا دیا ہوتا ہے۔

لیکن ڈاکٹروں اور میڈیکل کمپنیوں کا تو فائدہ ہی فائدہ ہے۔ اُن کو اس سلسلہ میں تحقیقات کرنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ نقصان تو مریضوں اور عام پبلک کا ہے اور صرف اُن کو ہی اس مسئلہ پر سوچ بچار سے کام لینا چاہیئے۔ میں عرض کر رہا تھا کہ کالرا کے مریض کو منہ کے راستہ پانی روک کر ڈرپ کے ذریعے پانی اور نمک یا گلوکوز اور پانی داخل کرنا غیر قدرتی مضر اور خطرناک ہے۔ اس طریقہ سے صرف چند مریضوں کو عارضی فائدہ تو ہو سکتا ہے مگر بہت سے راہی ملک عدم ہو جاتے ہیں اور جو بچ جاتے ہیں مستقل بیماری اُن کا مقدّر بن جاتی ہے۔

لیکن خدا جانے کیوں منہ کے راستہ پانی دینے سے گریز کرتے ہیں۔ انھیں جاننا چاہیئے کہ قے اور اسہال کا زور مریض کے جسم کو مادہ فاسد سے پاک کرنے کے لیے قدرت کا ایک بہترین اقدام ہے اس سے ڈر کر اسے پانی نہ دینا یا ادویات کے ذریعے قے اور اسہال کو روکنا مریض کو موت

کے منہ میں دھکیلنے کے مترادف ہے اور اگر اس طرح کے علاج کے بعد مریض کسی طرح بچ جاتا ہے تو بے چارہ مستقل بیمار ہو جاتا ہے۔

بالعموم ہم کو ایسے وقت میں مریض کو دیکھنے کے لیے بلایا جاتا ہے جب اس پر موت کی علامات ظاہر ہو چکی ہوتی ہیں اس وقت اگر کسی معالج نے کسی دوائی کے ذریعے اس کے اسہال اور قے بند کر دیئے ہوں تو ہمارا کام بہت مشکل ہو جاتا ہے لیکن اگر قے اور اسہال بدستور ہوں تو مریض کا بچ جانا یقینی ہے اور ہمیں اس کے علاج میں اتنی مصیبت برداشت نہیں کرنی پڑتی۔ چونکہ مریض کا بدن برف کی طرح سرد ہوتا ہے اس کے ہاتھ پاؤں سرد اور اینٹھن اور تشنج کے دورے ہو رہے ہوتے ہیں اس لیے وارث اور معالج اسے کپڑوں میں ڈھانپتے ہیں بلکہ اکثر اوقات اس کی چارپائی کے نیچے کوئلے جلا کر یا بجلی کا ہیٹر لگا کر رکھتے ہیں تاکہ اسے گرم کیا جا سکے لیکن ان کی ساری کوششوں کے باوجود مریض کا بدن سرد سے سرد تر ہوتا چلا جاتا ہے اور اس کی کاہلی اور گھبراہٹ میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ تمام معالجین ایلوپیتھک ہومیوپیتھک یا یونانی سب کا طریقہ کار یہی ہے کہ مریض کو گرم کرنے کے لیے گرم کپڑوں میں لپیٹا جائے اور ہوا سے بچایا جائے۔

لیکن انھوں نے کبھی غور نہیں کیا کہ جوں جوں مریض کو

گرم کپڑوں میں لپیٹا جاتا ہے اسے اور زیادہ پسینہ آتا ہے خون کا پانی اور زیادہ خشک ہو جاتا ہے اور دورانِ خون اور زیادہ کمزور ہو کر مریض اور زیادہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ اور اینٹھن اور تشنج شدید ہو جاتے ہیں اس لیے ہمارا طریقۂ کار یہ ہے کہ ہم جاتے ہی وارثوں کی پرواہ کئے بغیر فوراً مریض کے بدن سے لحاف وغیرہ اتار دیتے ہیں۔ اس کی چارپائی کے نیچے سے آگ یا ہیٹر وغیرہ فوراً ہٹا دیتے ہیں۔ اس کے منہ پر سرد پانی کے چھینٹے ڈالتے ہیں اور اس کو بجلی یا ہاتھ کے پنکھے سے ہوا پہنچانی شروع کر دیتے ہیں۔ اس عمل سے مریض فوراً آنکھیں کھول دیتا ہے۔ تشکر آمیز نظروں سے ڈاکٹر کی طرف دیکھتا ہے اس کی نبض جو پہلے محسوس نہیں ہوتی تھی ٹک ٹک چلنی شروع ہو جاتی ہے پسینہ خشک ہو جاتا ہے اور بدن گرم ہونا شروع ہو جاتا ہے مریض اشارہ سے پانی طلب کرتا ہے ہم اسے ایک بڑا گلاس یا پیالہ ٹھنڈے پانی کے پیش کرتے ہیں جو وہ غٹاغٹ چڑھا جاتا ہے اور پھر زور سے قے کرتا ہے اس قے کے ساتھ ہی اس کی بے چینی اور گھبراہٹ میں کچھ کمی ہو جاتی ہے اور وہ صحت یاب ہونا شروع ہو جاتا ہے یہ سارا عمل صرف دس پندرہ منٹ میں ختم ہو جاتا ہے اور اس کے بعد اصل علاج اور مختلف مراحل شروع ہو جاتے ہیں۔

کہنے کو تو یہ سارا عمل میں نے چند سطور میں بیان کر دیا

ہے لیکن یہ بہت مشکل اور صبر آزما ہے۔ پہلی مشکل تو اس وقت پیش آتی جب آپ اس عمل کے خلاف جسے مریض کی جان بچانے کے ارادے سے وارثوں اور معالجوں نے شروع کر رکھا ہے بالکل الٹ عمل شروع کر رہے ہیں تو یہ بظاہر بڑا خوفناک دکھائی دیتا ہے۔

اس قسم کا مریض جب کسی گھر میں ہوتا ہے تو اس کے گھر میں اور صحن میں رشتہ دار اور محلّہ کے بہلانے اور واقف کار اکٹھے ہو جاتے ہیں اور اپنی اپنی سمجھ کے مطابق مشوروں سے نوازنا شروع کر دیتے ہیں ہمارے جانے پر پہلے سب کی متفقہ رائے اور کوشش تھی کہ مریض کو گرم کرنے کے لیے اسے ڈھانپ کر رکھا جائے اس کی چارپائی کے نیچے آگ یا ہیٹر رکھا جائے اور اسے ہوا سے بچایا جائے، قے اور دستوں کو روکنے کے لیے پانی نہ دیا جائے۔ ہر بار جب مریض پانی پیتا ہے قے اور اسہال کا دورہ ہوتا ہے بھلا ایک اور ڈاکٹر اگر انھیں اس سب کارروائی کے خلاف مشورہ دے تو وہ اسے جاہل بے وقوف مجنوں اور جانے کیا کیا خطابات دیں گے مجھے اپنی پچاس سالہ پریکٹس میں بے شمار مریضوں سے واسطہ پڑا ہے اکثر ایسا ہوا کہ میں نے بڑی دلیلیں دیں ہر قسم کے دعوے کئے۔ بڑی یقین دہانیاں کیں مگر وارث اس طریقہ علاج کا خطرہ مول لینے کو تیار نہ ہوئے اور پھر اس دعوے کے باوجود کہ کالرا مہلک مرض نہیں میں نے مریض کو اپنی

آنکھوں کے سامنے بے بس ہو کر مرتے دیکھا۔ جوانی میں جب کہ میری صحت بہت عمدہ تھی کئی دفعہ میں نے زبردستی اس علاج کی ابتدا کر دی اور جب تک مریض خطرہ سے باہر نہ ہوا میں مریض کے پاس سے نہ ہلا۔ پاکستان بننے سے پہلے کی بات ہے میں سیالکوٹ میں پریکٹس کیا کرتا تھا ایک دولت مند ہندو براہمن کی نہایت خوبصورت نوجوان بیوی کو کالرا ہو گیا مجھے علاج کے لیے بلایا گیا۔ جب میں ان کے عظیم الشان بنگلہ میں داخل ہوا تو دیکھا کہ مریضہ کو زمین پر لٹایا ہوا ہے اور برہمن اس کے گرد مٹی کے دیئے روشن کیے ہوئے، چمٹے بجاتے ہوئے کچھ پڑھ رہے ہیں میرے دریافت کرنے پر ایسا کیوں ہو رہا ہے انھوں نے بتایا کہ ہندو عقیدہ کے مطابق اگر یہ مریضہ چارپائی پر مر گئی تو ہندو مذہب کے اعتقاد کے مطابق زرکثیر صرف کر کے ہر دوار میں اس کی مختلف رسومات ادا کرنی ہوں گی چونکہ مریضہ کی موت یقینی دکھائی دے رہی ہے اس لیے اسے زمین پر لٹا کر برہمن آخری رسومات ادا کر رہے ہیں۔ اب ایسے وقت میں میرے طریقہ علاج پر عمل کرنے پر رضامند ہو گیا اگرچہ اس کے دیگر وارث اور رشتہ دار خود اس عورت کی والدہ اور والد سخت مزاحمت کرتے رہے جبکہ ہم دونوں نے مل کر خوب محنت کی اس عرصہ میں اپنے ہاتھوں سے کئی پیالے پانی اس کو پلائے اور سب برہمن ازم اور چھوت چھات دھرے رہ گئے

کیونکہ اس کا کوئی رشتہ دار اسے پانی پلانے کو تیار نہ تھا
اس قسم کے کئی واقعات دوران علاج پیش آئے ہیں جہاں
ہم وارثوں کو قائل کر سکے اور مریض مکمل طور پر ہمارے حوالے
کر دیا گیا وہاں قدرت نے ہماری مدد کی اور سو فیصد مریض
صحت یاب ہوگئے لیکن جہاں جہالت اور پست خیالات
کے باعث وارث قائل نہ ہو سکے وہاں نوے فیصد مریض
موت سے ہمکنار ہوئے لیکن چند ایک بار ایسا بھی ہوا کہ
بڑی کوشش کے باوجود مریض پانی پینے پر رضامند نہ ہوا اس
لیے کہ اس کے ذہن میں یہ بات پختہ ہو چکی تھی کہ کالرا
میں پانی پینا خطرناک ہے ایسے مریض کو موت سے ہمکنار
ہوتے ہوئے ہم بے بس دیکھتے رہے جس طرح مریضوں کے
وارث اور ان کے اردگرد اکٹھے ہونے والے سیانے اور
مشورہ دینے والے اس طریقہ علاج کی ممانعت کرتے ہیں قارئین
کے دل میں بھی ضرور سوال پیدا ہوگا اور مجھ سے پوچھنا
چاہیں گے کہ حکیم صاحب جو مریض پہلے ہی ٹھنڈا اور
برف کی مانند بے حس پڑا ہے اس پر ٹھنڈا پانی ڈالنا
اور اسے فوراً پنکھے کی سرد ہوا پہنچانا اور ٹھنڈا پانی پلانا
سمجھ میں آنے والی بات نہیں میرے بھائی یہ بالکل سادہ
سی بات ہے جسے اگر آپ میری تشریح پر غور کریں تو
سمجھ جائیں گے اور یہ بات معمہ نہیں رہے گی۔ میں نے
پہلے صفحات میں عرض کیا ہے کہ امراض حادہ میں ہمیشہ مادۂ

فاسد جوش میں آکر جسم سے نکلنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے
اور قوتِ مدبرہ یعنی وہ طاقت جو خدا نے انسان کے جسم
کے اندر اس کی صحت کو قائم کرنے کے لیے پورا زور لگانا
شروع کر دیتی ہے قے اور اسہال دراصل اس عمل کا حصہ
ہیں جب مادہ فاسد کے جوش میں آکر سٹرانڈ کا عمل شروع
ہو جاتا ہے تو قانونِ فطرت کے مطابق اس مادۂ میں شدید
حرارت پیدا ہو جاتی ہے اس حرارت کی وجہ سے اسے
زبردست پسینے آتے ہیں اور گھبراہٹ اور بےچینی ہوتی
ہے۔ ان پسینوں کی وجہ سے پیٹ کے پٹھوں اور جلد
سے پانی خشک ہو جاتا ہے اور مریض کو اینٹھن اور
تشنج شروع ہو جاتے ہیں۔ دوسری طرف تمام جسم کے قویٰ
اور خون کا دوران معدہ آنتوں سے زہر خارج کرنے کے
لیے معدہ اور آنتوں کی طرف رجوع کرتے ہیں اور ہاتھ پاؤں
اور پنڈلیوں اور بازوؤں کی طرف خون کا دوران کم ہو جاتا
ہے اور یہ اعضا مزید ٹھنڈے ہو جاتے ہیں۔ جسے طبّی
اصطلاح میں برداطراف کہا جاتا ہے اسی وجہ سے مریض کی
خواہش کپڑے اتارنے کی اور ٹھنڈی ہوا کی ہوتی ہے اس
لیے کہ قدرت ہر مرض کو رفع کرنے کے لیے خود بخود انتظام
کرتی ہے اور مریض کے اندر ایسی خواہش پیدا ہوتی ہے
جس سے وہ تندرست ہو سکے جب ہم مریض کے جسم
پر ٹھنڈا پانی ڈالتے ہیں اور اسے ٹھنڈی ہوا پہنچاتے ہیں

تو دو عمل ہوتے ہیں ایک تو اندرونی گرمی باہر کی طرف رش کرتی ہے پسینہ خشک ہو کر مزید پانی کا ضیاع کم ہو جاتا ہے اور دورانِ خون بہتر ہو کر نبض تیز چلنے لگتی ہے دوسرے چونکہ اعصاب اور جلد سے پانی خشک ہو چکا ہوتا ہے اس لیے جسم کے مسام بھی پانی جذب کرتے ہیں۔ اور پھر جب پینے کے لیے پانی دیتے ہیں تو پانی معدہ میں جاکر زہریلے مادہ میں ملتا ہے چونکہ (DECOMPOSITION) کا عمل اور احتراق یعنی جلنے کا عمل دراصل ایک ہی ہیں۔ اس لیے معدہ میں سخت گرمی اور بخار ہوتا ہے پانی ملتے ہی مادہ کو ٹھنڈا کرتا ہے اور معدہ اس پانی کو بمع زہریلے مادے کے قے اور دستوں کے ذریعے باہر پھینکنا شروع کر دیتا ہے اب اس طرح کالرا کے علاج کی

پہلی سٹیج

شروع ہو جاتی ہے۔ اب اس سے آگے اصل علاج شروع ہو جاتا ہے ایک دفعہ جب مریض کو گرم کپڑوں سے نکال کر پنکھے کی ہوا پہنچائی جاتی ہے اور مندرجہ بالا عمل شروع کیا جاتا ہے تو چند منٹ کے لیے مریض کی حالت کچھ سنبھل جاتی ہے لیکن پھر فوراً ہی اسے شدید گھبراہٹ اور بے چینی کا دورہ ہوتا ہے اس لیے کہ جو زہر معدہ میں سے نکلنے کو تیار تھا وہ پہلے پانی سے قے اور دست کے ذریعے خارج

ہو جاتا ہے لیکن مزید زہر اور جوش میں آیا ہوا مادہ اخراج کے لیے معدہ پر گرتا ہے اور شدید بے چینی اور گھبراہٹ شروع ہو جاتی ہے اس وقت دوا کی بھی ضرورت ہوتی ہے کالرا میں سب سے بڑی دوا جو ہمارے تجربہ میں آتی ہے سرکہ کی سکنجبین اور عرق گلاب ہے سرکہ کی سکنجبین زہر کے اثر کو کم کرتی ہے اور گلاب کا عرق دل کو صحیح حالت میں رکھنے کا بہت بڑا ذریعہ ہے جب جوش میں آیا ہوا زہریلا مادہ جب پانی نہ دے کر یا دست اور قے بند کر کے خارج ہونے سے روک دیا جاتا ہے تو اس کا کچھ حصہ دل کی طرف رجوع کرتا ہے پانی کی کمی کی وجہ سے خون گاڑھا ہو جاتا ہے تو ایسے خون کے دوران کو جاری رکھنے کے لیے دل کو سخت زور لگانا پڑتا ہے اور جوش میں آیا فاسد مادہ کافی مقدار میں دل کے اندر خون کے ساتھ مل کر چلا جائے تو ایسے وقت میں دل اپنا کام جاری نہیں رکھ سکتا اور مریض موت سے ہمکنار ہو جاتا ہے لیکن عرق گلاب میں یہ خاصیت ہے کہ وہ دل کو تقویت دیتا ہے اور دل کے بند ہونے کے امکانات کم ہو جاتے ہیں کالرا کا مریض بار بار پانی طلب کرتا ہے اور ہر بار قے اور اسہال کے ذریعے سے وہ پانی بمع مادہ فاسد کے خارج کر دیتا ہے اسے سبز پیلی بہت کڑوی اور لیس دار قیئیں آتی ہیں اور اسہال اتنے تیز مادہ کے آتے ہیں کہ اس کی وجہ سے مقعد چھل

جاتی ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ مادہ فاسد سخت زہریلا اور تیز ہے اور اس مادہ کو خارج ہونے سے روکنا سخت خطرناک ہے اور مریض کو موت کے منہ میں دھکیلنے کے مترادف ہے یہ سارا عمل بالعموم ایک سے لے کر سات دن تک جاری رہتا ہے۔ بالعموم ایک دن متواتر یہ عمل جاری رہنے کے بعد مریض کی حالت بہت بہتر ہو جاتی ہے۔ اس کی بے چینی اور گھبراہٹ ختم ہو جاتی ہے اور وہ شاہراہِ صحت پر تیزی سے گامزن ہو جاتا ہے لیکن جب تک مادہ فاسد کے موجود ہونے کی علامات یعنی کرب و قلق موجود ہوں اور کسی وجہ سے قے اور اسہال بند ہو جائیں تو یہ خطرہ کی علامت ہے لیکن اگر مریض کو سادہ پانی، سکنجبین، عرق گلاب وافر مقدار میں دیتے رہیں اور اس کو ٹھنڈی ہوا پہنچاتے رہیں اس کے بدن پر گرم کپڑے نہ لپیٹیں تو نہ تو اینٹھن اور نہ کرب و قلق میں اضافہ ہو گا لیکن عام طور پر چونکہ وارث کالرا کا حملہ ہوتے ہی پانی بند کر دیتے ہیں اور ٹونے اور ٹوٹکے اور چورنوں وغیرہ کا استعمال کرنے کے بعد ڈاکٹر کو بلاتے ہیں اس معالج کے پہنچنے تک مریض میں پانی کی کمی بے چینی اور گھبراہٹ یعنی کرب و قلق زور و شور سے شروع ہو چکے ہوتے ہیں اس لیے معالج کو جرأت اور حوصلہ اور یقین سے کام لینے کی ضرورت ہوتی ہے

اب پہلا مرحلہ جو میں نے بیان کر دیا خوش اسلوبی سے ختم کرنے کے بعد دوسرا مرحلہ شروع ہو گا اس وقت معالج کا ایک ہی فرض ہے کہ پورے علاج کے دوران مریض کو بار بار سادہ پانی یا سکنجبین اور سرکہ اور عرقِ گلاب وغیرہ پلایا جائے اور ہر بار قے اور اسہال کے بعد دوبارہ یہی عمل دہرایا جائے حتیٰ کہ مریض میں کرب و قلق ختم ہو جائے۔

میں نے پہلے بیان کیا ہے کہ یہ عمل ایک دن سے لے کر سات دن تک مختلف مریضوں میں مریض کی حالت، مریض کی طبیعت اور مادہ فاسد کی کمی بیشی کے مطابق جاری رکھنا پڑتا ہے اس عرصہ میں کئی حوصلہ شکن مراحل آتے ہیں جب نادان وارث اور ان کے رشتہ دار اور محلّہ کے سیانے اس علاج کی مخالفت کرتے ہوئے معالج کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنانا شروع کر دیتے ہیں ایسے وقت میں وہی معالج کامیاب ہو گا جسے اپنے فن پر عبور حاصل ہو اور جو تجربہ کے بعد پورے یقین سے اس علاج کا مبلغ بن چکا ہو جب مریض کو گھبراہٹ اور بے چینی ختم ہو جاتی ہے اسے مکمّل سکون حاصل ہو جاتا ہے تو اس علاج کا دوسرا مرحلہ ختم ہو جاتا ہے لیکن ابھی مکمّل شفاء میں کافی مراحل باقی ہیں میں نے پہلے **امراض کی تشریح** میں بیان کیا ہے قبض اور فضلہ کے زیادہ دبیر تک

آنتوں میں پڑے رہنے کی وجہ سے اور میدہ اور لیس دار خوراک کے استعمال کے بعد آنتوں خصوصاً بڑی آنت کی اندرونی سطح پر فضلہ خشک ہو کر چپکا رہتا ہے جب کالرا کے ذریعے قدرت پورے نظام جسم خصوصاً معدہ اور آنتوں سے مادہ فاسد کو خارج کرنے کا عمل کرتی ہے تو بے شمار پانی آنتوں سے گزرنے کے باعث اور حرکت دوری کافی تیز ہونے کے باعث یہ خشک شدہ فضلہ خارج ہوتا ہے اس لیے کالرا کے مرض کو آخر میں سیاہ اور سخت بدبودار فضلہ خارج ہوتا ہے اور یہی صحت کاملہ کی نشانی ہوتی ہے لیکن ابھی خطرہ ٹلتا نہیں بعض اوقات جب کافی مقدار میں مادہ فاسد خارج ہو کر مریض کافی سکون محسوس کرتا ہے تو ابھی کچھ مادہ جو زیادہ خطرناک نہیں ہوتا بقایا ہوتا ہے وہ معدہ پر دغدغہ پیدا کرتا ہے جس کو بھوک اور بیماری سمجھ کر مریض کو کچھ کھانے کو دے دیتے ہیں ایسے وقت میں کالرا کی علامات دوبارہ نمودار ہونے کا خطرہ ہوتا ہے اور جو کچھ کھایا جاتا ہے وہ معدہ میں موجود زہریلے مادۂ فاسد سے مل کر زہر بن جاتا ہے چونکہ مریض کے قویٰ اور قوتِ مدبرہ مرض سے مقابلہ کی وجہ سے کافی مضمحل ہو چکے ہوتے ہیں اس لیے اس زہر سے چھٹکارا پانے کی طاقت جسم میں بہت کم ہوتی ہے اس طرح دوبارہ حملہ کی صورت میں مریض کی زندگی خطرہ میں پڑ جاتی ہے صحیح وقت کا تعین کیے بغیر مریض کو خوراک دینا زہر دینے کے مترادف ہے

جب قے اور اسہال اور گھبراہٹ اور بے چینی کو بند ہوئے آٹھ سے بارہ گھنٹے گزر جائیں اور مریض کو سکون محسوس ہو رہا ہو تو خوراک کا سوچنا چاہیئے ہمارا معمول یہ رہا ہے کہ ہم مریض کو پہلے چاول کی پیچھ کا ایک چمچہ معمولی نمک ملا کر دیتے ہیں اور پندرہ منٹ انتظار کے بعد دوسرا چمچہ اور اگر گھبراہٹ اور بے چینی نہ ہو تو آدھا پیالہ پیچھ کا دے دیتے ہیں اور انتظار کرتے ہیں اگر پہلا چمچہ دوسرا اور تیسرا چمچہ دینے کے بعد کرب و قلق شروع ہو جائے تو پھر فوراً قے کے ذریعے اس کو خارج کر دیا جاتا ہے اور اس وقت تک انتظار کیا جاتا ہے جب تک کہ مریض دوبارہ کچھ کھانے کے لائق نہ ہو جائے اگر صحیح وقت پر پیچھ سے غذا شروع کی جائے تو ایسا ردِعمل کبھی نہیں ہوتا جب مریض کو پیچھ ہضم ہو جائے اور کوئی ردِّعمل نہ ہو تو پھر مرغی کی یخنی دینی چاہیئے۔ مرغی کی یخنی تیار کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ دیسی مرغی جو موٹی ہو لی جائے، مرغ قابلِ استعمال نہیں ہوتا اس کو ذبح کرنے کے بعد اس کے پَر اتار لیے جائیں کھال نہ اتاری جائے اس میں ایک تولہ دیسی گھی یا روغنِ زیتون ڈال کر خوب بھونا جائے مطلب یہ ہے کہ مرغی کی چربی ڈھل کر شوربے میں شامل ہو جائے۔ جب یہ گوشت خوب سُرخ ہو جائے تو اس میں ایک سیر پانی ڈال دیا جائے اور مندرجہ ذیل نسخہ کسی ململ کے کپڑے میں پوٹلی باندھ کر ڈال دیا جائے کپڑا

سوتی ہو نائیلون وغیرہ کا نہ ہو اس میں حسبِ ذائقہ نمک بھی ڈال لیا جائے جب ایک پاؤ رہ جائے تو مریض کو نیم گرم پینے کے لیے دیا جائے۔

نسخہ یخنی مرغی

دھنیا خشک : ایک تولہ   زیرا سیاہ : ایک ماشہ
آلو بخارا : ۷ عدد   الائچی سبز : ۷ عدد

جب یہ یخنی بھی ہضم ہو جائے تو آہستہ آہستہ ٹھوس خوراک شروع کریں سب سے پہلے چھان والی ڈبل روٹی یا بغیر چھنے آٹے کی خمیری روٹی اسی یخنی میں بھگو کر دیں۔

یہ مریض

جو اس طریقہ علاج سے صحت یاب ہوگا نہایت صحت مند شگفتہ اور خوش وخرم ہوگا اکثر مریضوں کو پندرہ دن تک بغیر کچھ کھانے کے رہنا پڑا لیکن جب وہ تندرست ہوئے تو کمزوری اور پژمردگی نام کی کوئی چیز ان میں موجود نہ تھی ایسا کیوں ہوتا ہے اور بغیر کوئی خوراک کھانے کے اتنے دن گزارنے کے باوجود مریض کیوں کمزور نہیں ہوتا اس کی میں اب

وضاحت

کروں گا۔ ہمارے مہربان ڈاکٹر صاحبان نے یہ پراپیگنڈہ کر

رکھا ہے کہ ہر مرض میں مریض کو ٹھوس اور صحت بخش خوراک ضرور دینی چاہیئے تاکہ وہ کمزور نہ ہو اور اس کا جسم مرض کا مقابلہ کر سکے حتیٰ کہ ٹائیفائیڈ وغیرہ امراض جن میں پہلے ٹھوس خوراک بالکل بند کر دی جاتی تھی اب ہمارے ڈاکٹر صاحبان مریض کو خوراک دینا اپنا فرض خیال کرتے ہیں سطحی طور پر چونکہ یہ بات درست معلوم ہوتی ہے کہ

خوراک نہ دینے

سے مریض کمزور ہوگا اور خوراک دینے سے اس کی قوت بحال رہے گی اس لیے عوام نے اس تھیوری پر یقین کر لیا ہے اور جب ہم مریض کو خوراک نہ دینے کی تاکید کرتے ہیں تو ہر جگہ اس کی مخالفت کی جاتی ہے۔ میں نے اپنی پچاس سالہ پریکٹس کے دوران ہمیشہ ٹائیفائیڈ، کالرا وغیرہ کے مریضوں کو بالکل کوئی خوراک نہ دی اور میرا ہمیشہ یہ مشاہدہ رہا ہے کہ تندرست ہونے کے بعد مریض میں نقاہت اور کمزوری بالکل نہیں ہوتی اور فوری طور پر اپنے کام کاج میں مصروف ہو جاتا ہے بلکہ تندرست ہونے کے بعد باوجود اتنے لمبے فاقہ کے باوجود مریض کا رنگ خوشگوار ہو جاتا ہے اور اس میں بیماری کے کوئی آثار نظر نہیں آتے اس کے برعکس ان کوالیفائیڈ سائنٹفک ڈاکٹروں کے علاج سے صحت یاب ہونے والے مریض کئی کئی ماہ تک نقاہت اور اضطراب کا شکار رہتے ہیں بلکہ اکثر

دائم المرض ہو جاتے ہیں ان کے رنگ سیاہ اور دل کی حرکت تیز ہو جاتی ہے اسے دھڑکن ہوتی ہے، سانس پھولنا شروع ہو جاتا ہے۔ ہمارے کلینک میں بے شمار بچے آتے ہیں جو نزلہ زکام، پیٹ کے درد، گلے کی خرابی کے شکار ہوتے ہیں یا ہر سال ان کو نمونیہ اور ٹائیفائیڈ کا حملہ ہوتا ہے پھر ایسے بچے بھی آتے ہیں جن کی نشوونما رک گئی ہوتی ہے ایسے کیس بھی آ رہے ہیں جن کے دماغ نہایت کمزور ہو گئے ہیں، ایسے بچے بھی آتے ہیں جن کو پولیو کے ٹیکے کے بعد ان کے اعصاب میں نیم فالج پیدا ہو گیا یا ان کی نشوونما رک گئی۔

جب ہم ان کا تجزیہ کرتے ہیں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ ان کو بچپن میں ٹائیفائیڈ ہوا تھا یا نمونیہ ہوا تھا۔ یا بچوں کا ہیضہ ہوا تھا اور ایلوپیتھک طریقہ علاج سے ان کے مرض کے علامات کو دبا دیا گیا۔ دورانِ مرض ان کو خوراک دی گئی اور ڈاکٹر صاحبان نے ان کو اپنا مستقل گاہک بنا لیا اب نزلہ کے علاج سے تنگ آکر ڈاکٹر صاحب ناک کی ہڈی کا اپریشن تجویز کرتے ہیں گلے کی غدودوں کو کاٹنے کا مشورہ اور پیٹ درد کے لیے اپنڈیکس کا آپریشن تجویز کرتے ہیں۔

اس طرح ڈاکٹر صاحبان کا کاروبار وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا جاتا ہے اور کاروباری نقطۂ نظر سے تو یہ نہایت کامیاب طریقہ ہے۔

ہماری نئی پود کا یہ حال ہے کہ جن والدین کی مالی حالت ذرا اچھی ہے وہ مستقل طور پر کسی نہ کسی ڈاکٹر صاحب کے پاس اپنے اپنے بچوں کو ہر روز، ہر ہفتہ، ہر مہینہ لے جانے پر مجبور ہیں۔ بالآخر ڈاکٹر صاحب کے مشورہ پر عمل کرکے بچے کے گلے، ناک اور ہڈی اور پیٹ کی اپینڈیکس کٹوانے کے بعد مایوس ہو کر بالآخر ہومیوپیتھک علاج کو آزمانے کے لیے ہمارے ہاں قدم رنجہ فرماتے ہیں لیکن ہومیوپیتھک علاج چونکہ قدرتی طریقہ علاج ہے جس میں معالج مریض کی قوت کو ابھار کر مریض کو صحت کی شاہراہ پر ڈالتا ہے اس لیے جب مریض بے شمار زہریلی ادویات اور آپریشنوں کے بعد ہمارے ہاں آتا ہے تو ہمیں سخت مشکل کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور آپریشنوں کے ذریعے جسم کے کارآمد اعضا کو کاٹ دینے سے اور جسم کے اندر زہریلی ادویات بھر دینے سے قوت مدبرہ کمزور ہو جاتی ہے اور ہم بمشکل ہی مریض کو صحت کی شاہراہ کیطرف واپس لا سکتے ہیں۔

اس بات کی میں مکمل تشریح اپنی آئندہ کتاب "عظیم یہودی فراڈ" میں کرونگا لیکن یہاں عرض کر رہا تھا کہ ایلوپیتھک طریقہ علاج سے جن مریضوں کو صحت مند ہونے کے دھوکہ میں مبتلا کیا جاتا ہے ان کی صحت کبھی واپس نہیں آتی اور مستقل بیماریوں کی آماجگاہ بن جاتے ہیں۔

میں روزانہ اس ظلم کو دیکھ دیکھ کر شاید زیادہ ہی پُرجوش ہو گیا ہوں اور جوش جذبات میں اصل مضمون کو پیچھے چھوڑ گیا ہوں

اصل بات میں یہ بیان کر رہا تھا کہ بغیر خوراک کے مریض کو اتنے دن رکھنے سے کیا نتائج برآمد ہوتے ہیں۔

جب کوئی شخص بیمار ہوتا ہے تو اس کے جسم کے اندر دو طرح کے عمل ہوتے ہیں۔ ایک عمل تو یہ ہوتا ہے کہ اس کے معدہ، آنتوں اور دیگر اعضائے اخراج کے اندر جوش میں آئے ہوئے زہریلے مادے آخراج کے لیے موجود ہوتے ہیں۔ دوسرا عمل یہ ہوتا ہے کہ تمام جسم کے قویٰ مادۂ مرض سے نجات حاصل کرنے اور اس مادہ کے ضرر سے جسم کو بچانے میں مشغول ہوتے ہیں۔

جب ہم مریض کو غذا دیتے ہیں تو یہ غذا مادۂ مرض سے مل کر مزید زہریلے مادۂ فاسد میں تبدیل ہوکر مرض کو بڑھانے کا سبب بنتی ہے گویا کہ مریض کو غذا دے کر آپ مرض کو غذا دیتے ہیں۔

امریکہ کے مشہور رسالہ فزیکل کلچر کے بانی ڈاکٹر برنرومیکفیڈن اپنی شہرہ آفاق کتاب (بوڑھے جسموں کو جوان بنانا) میں رقمطراز ہیں۔

If you feed a sick man you feed not the man but the disease.

اگر آپ بیمار آدمی کو غذا دیتے ہیں تو آپ بیمار کو

غذا نہیں دیتے بلکہ مرض کو غذا دیتے ہیں یا دوسرے لفظوں میں اگر آپ مریض کو غذا دیتے ہیں تو گویا آپ اسے بھوکا بھی مارتے ہیں اور اس کو زہر بھی دیتے ہیں۔

آگے چل کر یہی ڈاکٹر صاحب رقمطراز ہیں۔

When a patient feels weakened the thing to do is, not to give him more food but to in vigorate the excreatory orgaws and getrid of the poisons which in all such cases have accumulated the system.

جب کوئی مریض کمزوری محسوس کرتا ہے تو کرنے کا کام یہ نہیں ہوتا کہ اسے زیادہ خوراک دی جائے بلکہ اعضائے اخراج کو تیز کرکے ان زہروں سے نجات حاصل کرنے کا کام ہوتا ہے جو کہ ان تمام حالتوں میں جسم میں بھرے ہوتے ہیں۔

امام طب یونانی شیخ بوعلی سینا رقمطراز ہیں۔

بدنیکہ ازاخلاط فاسد پاک نیست ہرچند اوراغذا دہی موجب زیادتی شرو تضاعف مادۂ مرض ادشود۔

ترجمہ: وہ بدن جوکہ فاسد خلطوں سے پاک نہیں ہے خواہ تُو اُسے کتنی ہی خوراک دے گا وہ اس کی برائی اور مادہ مرض کو زیادہ کرنے کا باعث ہوگی۔

یہ بات تو ایک عام عقل والا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ جس ہنڈیا میں باسی یا خراب شدہ سالن موجود ہوگا۔ اس

میں جو بھی چیز پکائی جائے گی زہریلی ہو گی جب معدہ میں جوش میں آیا ہوا زہریلا مادہ موجود ہو گا تو اس حالت میں غذا صرف زہر ہی بن سکتی ہے۔

بیمار کے جسم میں خوراک داخل کرنے کا دوسرا عمل یہ ہوتا ہے کہ جب غذا معدہ میں جاتی ہے تو اس کے تحلیل کرنے اور ہضم کرنے پر جسم کے قویٰ کو متوجہ ہونا پڑتا ہے اس طرح قوّت مدبرہ کی طاقتیں منتشر ہو کر کمزور ہو جاتی ہیں اور غذا سے جیسا کہ فرض کر لیا گیا ہے مریض کے جسم میں مرض کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں ہوتی بلکہ کمزوری ہو جاتی ہے۔ میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ قدرت نے اس خوبصورت مشین یعنی جسم انسانی کی ساخت ایسی رکھی ہے کہ یہ ہر حالت کا مقابلہ کر سکے۔ چنانچہ جب مریض کے قویٰ مقابلہ مرض میں مشغول ہوتے ہیں اور اسے باہر سے غذا نہیں دی جاتی تو ایسے حالات میں جسم انسانی میں موجود کچی غذا اور چربی تحلیل ہو کر قوت کو بحال رکھنے کا کام سرانجام دیتے ہیں۔

اور اس طرح مریض کمزور نہیں بلکہ صحت مند ہو جاتا ہے پس یہ قانونِ قدرت کے عین مطابق ہے کہ جب تک مریض کا اندرونی انسان مقابلہ مرض میں مشغول ہو اُسے کسی قسم کی خوراک نہ دی جائے۔ اُسے صرف سادہ پانی یا سکنجبین سرکہ اور عرق گلاب ہی دیا جائے۔

میں امراض مادہ کے متعلق عرض کر رہا تھا امراض مزمنہ میں

خوراک دی جاتی ہے مگر اس کے متعلق میں کسی اور جگہ تشریح کروں گا۔

کالرا کا علاج

میں نے مختصر لفظوں میں آسان سی تشریح کے ساتھ بیان کر دیا ہے مگر نہ تو یہ علاج اتنا مختصر ہے نہ اتنا آسان۔ چونکہ مریض کی حالت بظاہر بڑی خطرناک نظر آتی ہے اس کے وارث اور ان کے رشتہ دار ہر لمحہ گھبراتے رہتے ہیں۔ ایسے وقت میں صرف وہی معالج کامیاب ہو سکتا ہے جس کو اپنے طریقۂ علاج پر کامل دسترس ہو اور جو تجربہ کے بعد اس پر پورا یقین حاصل کر چکا ہو۔

کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے مگر ایسا سو دو سو میں ایک آدھ میں ہی ہوتا کہ بےشمار قے اور اسہال آنے کے بعد مریض پاخانہ پر بیٹھا بےہوش ہو کر گر جاتا ہے۔ ایسے وقت میں وارث اور معالج عام طور پر یہی خیال کرتے ہیں کہ قے اور اسہال کی زیادتی کے باعث مریض کمزور ہو گیا ہے اور نقاہت کی وجہ سے بے ہوش ہو گیا ہے مگر حقیقت یہ نہیں ہوتی۔

کمزوری کے متعلق تو میں پہلے تشریح کر چکا ہوں کہ خوراک نہ دینے سے مریض کمزور نہیں ہوتا۔ نہ قے اور اسہال کی زیادتی سے مریض کمزور ہوتا ہے۔

اس بے ہوشی کو سمجھنے کے لیے ذرا غذا کی نالی یعنی
(ALIMENTORY CANAL) کو دیکھئے۔ اس نالی میں ایک بڑی
آنت ہے جسے کولون کہتے ہیں۔ ایسی جگہ ہے جہاں فضلہ
سالہا سال رکا رہ کر اس کی دیواروں کے ساتھ چمٹا اور خشک
ہوتا رہتا ہے اور اس میں اکثر DECOMPOSITION ہوتی
رہتی ہے۔ اس نالی کی شکل ہی تبدیل ہو جاتی ہے اور
یہ پلاسٹک کے غبارہ کی شکل اختیار کر لیتی ہے اس کے
درمیان میں ایک چھوٹی سی نالی بنی رہتی ہے جس میں سے
کچھ نہ کچھ فضلہ خارج ہوتا رہتا ہے۔ آنتوں میں فضلہ وغیرہ
کے اخراج کے لیے آنتیں ہر وقت ایک حرکت میں رہتی
ہیں جسے حرکتِ دودی کہا جاتا ہے۔ جب کائی پانی اور زہریلا
مادہ اس آنت میں سے گزرتے ہیں تو یہ حرکت دودی بھی
تیز ہو جاتی ہے۔ تب یہ سوکھا ہوا فضلہ تر ہو کر اس
آنت سے اتر کر اخراج کے لیے آگے بڑھتا ہے اور اس
سے اگلے والو میں جا گرتا ہے اور والو کو بند کر دیتا ہے
جس سے دماغ متاثر ہو جاتا ہے۔ اب اس جگہ بھی کامل
یقین، حوصلہ کی ضرورت ہے مریض کو فوری طور پر سادہ پانی
میں معمولی نمک ملا کر متواتر انیمے شروع کر دینے چاہئیں
عموماً تیسرے اور چوتھے انیمے کے بعد یا زیادہ سے زیادہ آٹھویں
دسویں انیمے کے بعد مریض کو سیاہ اور بدبودار سدے خارج
ہو جاتے ہیں اور مریض ہوش میں آکر تندرست ہو جاتا ہے

کالرا کی ایک خطرناک قسم اور بھی ہے جسے

خشک ہیضہ یا بند ہیضہ

کہتے ہیں اس میں قے اور اسہال نہیں ہوتے یا بہت
کم ہوتے ہیں آنتیں خشک ہو جاتی ہیں اور ان میں
فالج ہو جاتا ہے اس طرح کا فالج بعض دفعہ شدید کالرا
میں بھی دیکھا جاتا ہے اس کا ایک سبب تو یہ ہوتا
ہے کہ مریض میں قوتِ حیات یعنی مادہ کو خارج کرنے
کی قوت کمزور ہو گئی ہوتی ہے اور ایک وجہ جو عام
طور پر دیکھی جاتی ہے یہ بھی ہوتی ہے کہ مرض کا حملہ ہوتے
ہی مریض کو پیٹ میں شدید درد ہوتی ہے تو اس وقت
کوئی ایسی دوا استعمال کر لی جاتی ہے چونکہ درد بند کرنے
والی دوا مسکن ہوتی ہے اور جیسا کہ میں پہلے عرض کر
چکا ہوں کہ مسکن ادویات اعصاب کا دماغ سے تعلق قطع
کرنے کا سبب بنتی ہیں خواہ یہ فالج وقتی ہو یا مستقل
اور جب جوش میں آیا ہوا زہریلا مادہ معدہ پر گرنا شروع
ہوتا ہے تو مریض کا جی متلانا شروع کر دیتا ہے
اور مریض کا معالج اس قے کو بند کرنے کے لیے کوئی
دوا دیتا ہے یا وہ خود اپنی سمجھ کے مطابق کوئی دوا
کھا لیتا ہے تو معدہ اور آنتوں میں عارضی فالج ہو جاتا
ہے اور جوش میں آتے ہوئے زہریلے مادے کو معدہ اور

آنتیں خارج نہیں کر سکتیں اس طرح یہ مادہ دل میں جا کر موت کا سبب بنتا ہے۔

کئی دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی وجہ سے معدہ میں پڑی ہوئی خوراک زہریلی ہو جاتی ہے اور مریض کو قے ہوتی ہے۔ اس وقت مریض اور وارث اس قے کو روکنے کی کوشش کرتے ہیں تو مریض کو سخت گھبراہٹ اور بے چینی ہو جاتی ہے تو ہارٹ اٹیک یعنی دل کا دورہ سمجھ کر وارث اُسے ہسپتال لے جاتے ہیں۔ اس گھبراہٹ کی وجہ سے چونکہ دل کی حرکت میں بھی خرابی آ جاتی ہے اس لیے ڈاکٹر صاحب ای سی جی کا نتیجہ حاصل کرنے کے بعد فوراً دل کے علاج کے لیے ڈیکاڈران یا اس قسم کی کسی دوائی کا ٹیکہ لگاتے ہیں اور ساتھ ہی ڈرپ بھی لگا دیتے ہیں۔ نوے فیصد مریض موت سے ہمکنار ہو جاتے ہیں۔

میں نے کئی جوان صحت مند آدمیوں کی فوری موت اسی طرح ہوتی دیکھی ہے لیکن اگر مریض ہمارے پاس آئے تو ہم اُسے قے کراتے ہیں۔ بافراط پانی دیتے اور یہی موزوں وقت

کیمفر

دینے کا ہوتا ہے اور سو فیصدی مریض تندرست ہو جاتے ہیں۔ اگر بند ہیضہ کی وجہ سے یا قے اور

دست رک جانے کی وجہ سے مریض بے ہوش ہو جائے تو سادہ پانی کے استعمال کے ساتھ اُس کے بدن پر کیمفر ملنا بھی اُس کی جان بچا دیتا ہے۔

بند ہیضہ میں ہائیڈرسیانک ایسڈ نمبر۳۰ کیمفر ۳۰ اور نکس وامکا بھی کئی دفعہ علامات کے مطابق استعمال ہوتی ہیں۔ معالجین اور وارثوں کو چاہیئے کہ بند ہیضہ کو ڈیائٹرن اور دل کے دورہ میں فرق کو ملحوظ رکھیں اور بلاوجہ تندرست مریضوں کو ہسپتالوں کے قصاب خانوں میں جانے سے روکیں۔

کالرا میں آرسنیک شاذو نادر ہی دوا ہوتی ہے اپنی پچاس سالہ پریکٹس کے دوران میں نے آرسنیک کا کوئی مریض کالرا میں نہیں دیکھا۔ شدید سردی کے دنوں میں اسہال میں آرسنیک دوا ہوتی ہے مگر ہم اسے کالرا نہیں کہیں گے نہ وہ کالرا خطرناک ہو گا۔ میں نے پچھلے صفحات میں سنکھیا زدہ مریض اور کالرا کے مریض کا فرق بیان کرتے ہوئے اس بات کی مکمل وضاحت کر دی ہے۔ میں نے کالرا کے دوران پیدا ہونے والی تمام حالتوں اور ان کے علاج کا مفصل ذکر کر دیا ہے ممکن ہے نقطہ چین حضرات اور اپنی سوچ کو تالا لگا کر رکھنے والے میری ان گزارشات کو غلط کہیں لیکن ایک بات یقینی ہے کہ کالرا کے مریض

کے لیے اگر آپ میری ہدایت پر عمل کریں تو کالرا کا کوئی مریض موت سے ہمکنار نہ ہو گا آپ کہہ سکتے ہیں کہ جس شخص کا وقت پورا ہو گیا ہے اس کا کیا بنے گا میں کہتا ہوں۔ کہ جس علاج پر کبھی نہ آنے دے گی کیونکہ قدرت اپنے قانون کی مخالفت نہیں کرتی۔